38

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

ہفت روزہ

28 شوال المکرّم تا 4 ذی القعدہ 1432ھ / 27 ستمبر تا 3 اکتوبر 2011ء

حکومتِ الٰہیہ کے باغی!

ان کی زندگی کی غایت صرف غذا اور روٹی ہے۔ خدا نے انہیں انسان بنایا تھا تاکہ وہ قوائے انسانیتِ اعلیٰ سے کام لیں' لیکن وہ مثل چارپایوں کے بن گئے' جو صرف اپنا چارا ڈھونڈتا ہے۔

﴿اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ھُمۡ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ﴾ (178:7)

''یہ لوگ مثل چارپایوں کے ہیں' بلکہ ان سے بھی بدتر اور یہی ہیں کہ غفلت میں ڈوب گئے ہیں''۔

سو ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کی حکومت سے باغی ہیں' اس کے قوانین سے بھی انہوں نے علانیہ سرکشی کی' اس کے پاک حدود و مواثیق کو انہوں نے یکسر توڑ ڈالا۔ وہ انسانوں کے آگے جھکتے ہیں، مگر فاطر الارض والسماوات کے آگے جھکنے سے انہیں شرم آتی ہے۔ وہ دنیاوی حاکموں سے ڈرتے ہیں' پر احکم الحاکمین کا ان کے دلوں میں خوف نہیں۔ انسانی بادشاہت کا اگر ایک چھوٹے سے چھوٹا قانون بھی ہو تو اس سے سرتابی کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوتی' پر شہنشاہِ ارض و سما کے بڑے سے بڑے قانون کو بھی ٹھکرا دینے اور ذلیل و حقیر کرنے سے وہ نہیں ڈرتے۔ کیونکہ خدا پر انہیں یقین نہیں رہا اور اس کی سزاؤں کو وہ نہیں مانتے۔ وہ اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کا اختیار اگر کسی انسان کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں تو کتے کی طرح اس کے پاؤں پر لوٹتے ہیں' گدھے کی طرح اس کا مرکب بن جاتے ہیں اور غلاموں اور چاکروں کی طرح اس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں' تاکہ وہ انہیں کچھ عرصہ کے لئے روٹی دے یا تانبے اور چاندی کے چند سکے حوالے کر دے۔ پر وہ جس نے انہیں پیدا کیا' جس کی ربوبیت ان کے جسم کے ایک ایک ذرے اور خون کے ایک ایک قطرہ کو پالتی اور ہلاکت سے بچاتی ہے۔ جو ان کی فریادوں کو درد اور دکھ کے وقت سنتا اور جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو جاتے ہیں تو انہیں امید اور مراد بخشتا ہے' سو اس رب الارباب کے لئے ان مغروروں کے پاس عاجزی کا ایک سجدہ' بندگی کی ایک پیشانی' بے قراریٔ محبت کی ایک پکار' تقویٰ اور احتساب کا ایک روزہ اور خلوص و صداقت کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا ایک پیسہ بھی نہیں ہے! ﴿فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُھُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾ (22:39) ''پس صد افسوس اور صد حسرت ان دلوں پر جو ذکر الٰہی کی طرف سے بالکل سخت ہو گئے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں''۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

اس شمارے میں

امریکہ چاند مانگے

قرآن حکیم کا طرزِ استدلال

افغانستان پر اتحادی یلغار
عالمی سپر پاور نے کیا کھویا؟ کیا پایا؟

قادیانی کے لیے دُعائے مغفرت؟

معاہدہ صلح حدیبیہ

وھن، ضعف اور استکانت

حصول علم، فریضۂ مسلم

یورپ عورت کے حجاب سے خوفزدہ کیوں؟

سورۃ یونس

(آیات:61تا64)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَمَا تَكُوۡنُ فِیۡ شَاۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیۡكُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡهِ ؕ وَمَا یَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرَ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۶۱﴾ اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿ۚۖ۶۲﴾ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿ؕ۶۳﴾ لَهُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿ؕ۶۴﴾

’’اور تم جس حال میں ہوتے ہو، یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی (اور) کام کرتے ہو۔ جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں اور تمہارے پروردگار سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے یا بڑی مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔ سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔‘‘

یہ بڑی بشارت والی بات ہے کہ بندۂ مومن کو یقین دلایا جائے کہ جو خیر تم کما رہے ہو، جو بھلائی اور نیکی تم کر رہے ہو تمہارا رب اُسے دیکھ رہا ہے۔ وہ بات نہیں کہ ع مر گئے ہم اور انہیں خبر نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تو تمہاری ہر قربانی اور ایثار کو دیکھ رہا ہے جو تم اللہ کی راہ میں کر رہے ہو۔ اس خطاب میں خاص کیف ہے۔ پہلے واحد کے صیغے میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے کہ جو بھی آپ قرآن کا کوئی حصہ پڑھ رہے ہوں یا پڑھ کر سنا رہے ہوں تو ہم اُس پر گواہ ہیں۔ پھر رخ بدلا اہل ایمان کی طرف کہ اے مسلمانو! تم جو اچھا، نیک عمل کرتے ہو، اُس وقت بھی ہم تمہارے پاس موجود ہوتے ہیں جبکہ تم اس کام میں مصروف ہوتے ہو اور آپ کے رب سے تو زمین و آسمان میں اک ذرہ برابر شے بھی غائب نہیں ہوتی، اور نہ اس سے کم تر اور نہ اس سے بڑی شے اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہے۔ ہر چیز ایک روشن کتاب میں درج ہے۔ وہ روشن کتاب کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے۔

اولیاء اللہ کے بارے میں فرمایا کہ اُن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ حُزن سے دوچار ہوں گے۔ یہ اولیاء اللہ کون ہیں۔ یہ کوئی علیحدہ نوع نہیں۔ یہ انسانوں ہی میں سے وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں یقین پیدا ہو چکا ہو، جو اللہ کے فضل سے درجہ احسان پر فائز ہو چکے ہوں اور اُن کی بندگی کی کیفیت حدیث جبریل کے مطابق ایسی ہے کہ گویا وہ اللہ کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں یا پھر اُن کا احساس یہ ہوتا ہے کہ اللہ تو ہمیں بہرحال دیکھ رہا ہے۔ سورۃ البقرہ میں آیت الکرسی کے فوراً بعد فرمایا کہ اللہ اہل ایمان کا ولی ہے، انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور اللہ کے اہل ایمان والی ہیں۔ ظاہر ہے جو اللہ کا دوست ہوگا، اُس کے اندر اللہ کی غیرت ہوگی۔ وہ اللہ کے دین کو پامال ہوتے دیکھ کر تڑپ اُٹھے گا اور اللہ کے شعائر کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کر سکے گا۔ وہ اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے تن من دھن لگا دے گا۔ ایسے ہی لوگ منصب ولایت پر فائز ہوتے ہیں۔ ولایت یہ نہیں کہ صرف ایک خاص قسم کی شکل بنالی اور مخصوص طرح کا لباس پہن کر ولی بن گئے۔ اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو واقعتاً اللہ کے ساتھ وفاداری کا تعلق رکھتے ہوں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ کی روش اختیار کی۔ تقویٰ کے بارے میں سورۃ المائدہ کی آیت 93 میں تفصیلی وضاحت ہو چکی ہے۔ یعنی تقویٰ اہل ایمان کو درجہ بدرجہ اونچے سے اونچے مدارج کی طرف لے جاتا ہے۔ اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی۔ یہ بشارت اس اعتبار سے ہے کہ ہمارے لیے تو دو اچھائیوں کے سوا کسی تیسری چیز کا تصور ہی نہیں۔ بشارت ہی بشارت ہے۔ اگر کوئی ناگوار صورت حال ہے تو گھبرانے کی کیا بات ہے۔ یہ بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ جب اللہ دوست ہے تو دوست کی طرف سے آنے والی ہر چیز میں ہمارے لیے خیر ہی ہے۔ بچے کو injection لگا ہے تو رو رہا ہے لیکن اس کے والدین جانتے ہیں کہ اس کے علاج کے لیے ٹیکہ لگا رہے ہیں۔ دنیا میں جو تکلیف آتی ہے اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ بندۂ مومن یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرے رحمٰن اور رحیم رب کی طرف سے ہے۔ لہٰذا اس میں میرے لیے بھلائی ہی بھلائی اور خیر ہی خیر ہے۔ شر کا سوال ہی نہیں۔ یہ بظاہر تکلیف ہے مگر حقیقت میں بشارت ہے۔ اللہ کی باتوں کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

جنت اور دوزخ کی حقیقت

عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَا رَأَیۡتُ مِثۡلَ النَّارِ نَامَ هَا رِبُهَا وَلَا مِثۡلَ الۡجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا))

(رواہ ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں نے نہیں دیکھی دوزخ کی طرح کی کوئی خوفناک بلا کہ سوتا ہو اس سے بھاگنے والا، اور نہیں دیکھی میں نے جنت کی طرح کی کوئی مرغوب و محبوب چیز کہ سوتا ہو اس کا چاہنے والا۔‘‘

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

28 شوال المکرم تا 4 ذی القعدہ 1432ھ — جلد 20
27 ستمبر تا 3 اکتوبر 2011ء — شمارہ 38

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع:** رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

امریکہ چاند مانگے

ہم نے بچوں کی کہانیوں میں یہ تو پڑھا تھا کہ لاڈلا اور چہیتا بیٹا باپ سے چاند مانگے۔ نہیں نہیں مجھے چاند چاہیے، نیلے آسمان پر چمکنے والا چاند۔ لیکن انسانی تاریخ خوب کھنگالنے کے باوجود ہم کوئی سپریم یا سپر پاور نہیں ڈھونڈ سکے جو کسی کمزور نحیف، دیوالیہ اور پسماندہ ملک سے گن پوائنٹ پر یہ مطالبہ کرے کہ فلاں ملک کو فتح کر کے ہماری جھولی میں ڈالا جائے اور وہاں ایسے حالات پیدا کیے جائیں کہ وہ ساری قوم ہماری مطیع اور فرمانبردار ہو جائے۔ باپ بیٹے کی گود میں چاند نہ بھی ڈال سکا، تو یہ امکان تو ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں جس برق رفتاری سے ترقی ہو رہی ہے، اس سے باپ بیٹا دونوں خلائی بس سروس کے ذریعے چاند کی گود میں پہنچ جائیں، لیکن پاکستان افغانستان کو فتح کر کے امریکہ کی جھولی میں کیسے ڈالے، خصوصاً طالبانِ افغانستان کو امریکی دربار میں حاضر کرے تو کیسے کرے۔ چاند کو روند ڈالنے والی ٹیکنالوجی افغانستان میں گھٹنوں کے بل جھک چکی ہے۔ کوئی وقت جائے دھڑام سے زمین پر گر جائے گی۔ کیا پاکستان کے پاس کوئی جادو کی چھڑی ہے، جسے گھمانے سے افغان طالبان ملا عمر کی قیادت میں صف باندھ کر امریکی دربار میں حاضر ہو جائیں۔ پاکستان کے غلامانہ ذہنیت کے حامل حکمرانوں نے چندروزہ اقتدار کے لالچ میں امریکی دیوی کے چرنوں میں 35 ہزار پاکستانیوں کی جان کی قربانی پیش کی۔ اپنی حماقت آمیز اور عاقبت نا اندیشانہ پالیسیوں سے نام نہاد اور بے مقصد جنگ کی آگ میں اپنے 70 ارب ڈالر جھونک دیئے، جس کی بنا پر آج ملک دیوالیہ ہو چکا ہے۔ عالمی سطح پر پاکستان ایک قابل نفرت اور حقیر ملک بن گیا۔ یعنی ہم نے جانتے بوجھتے امریکی رضا کے حصول کے لیے جان و مال اور عزت لٹا دی۔ لیکن امریکہ نہ صرف یہ کہ راضی نہ ہوا بلکہ پاکستان پر غرّا رہا ہے اور نیست و نابود کر دینے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ اس لیے کہ طالبانِ افغانستان کی دست درازیوں میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ سفید ہاتھی چیونٹیوں کے کاٹنے سے تلملا رہے ہیں۔

یوں تو گزشتہ دس سال سے ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں جن سے امریکہ کے پاؤں جل رہے ہیں لیکن ماہ رواں میں افغانستان میں تین ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ سپریم پاور آف دی ارتھ کے کرتا دھرتا خصوصاً اُس کی فوجی جنتا کے سربراہ دماغی توازن کھو چکے ہیں۔ سب سے پہلا دھچکا امریکہ کو یہ لگا کہ بارود سے بھرا ہوا ایک ٹرک امریکی فوجی کانوائے سے ٹکرا گیا جس سے امریکی وزارت دفاع کے اعلان کے مطابق ستتر (77) امریکی فوجی زخمی ہو گئے۔ عین ممکن ہے جانی نقصان اِس سے زیادہ ہو۔ دوسرا واقعہ انتہائی حیران کن ہے۔ گنتی کے چند طالبان نے کابل کے گرین زون میں داخل ہو کر امریکی سفارت خانہ پر حملہ کر دیا۔ بیس گھنٹے تک مقابلہ جاری رہا اور فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔ تیسرا واقعہ بھی امریکہ کے لیے خاصا اندوہناک تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ افغان طالبان سے مذاکرات کر کے اِس کمبل سے جان چھڑانے کا شدید خواہش مند ہے۔ لیکن کبر اور انا پرستی کا مرض لاحق ہونے سے وہ اس خواہش کا اظہار نہیں کرتا۔ وہ مذاکرات کا خواہش مند ہے لیکن چاہتا ہے کہ اِس خواہش کا عوامی سطح پر اظہار فریق مخالف کرے۔ امریکہ اس حکمت عملی پر عمل پیرا ہے کہ اپنی قوت اور ٹیکنالوجی سے اگر طالبان پر فتح نہیں پائی جا سکتی تو انہیں کمزور تو کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ایک طرف جنگ سے اُنہیں کمزور کیا جائے، دوسری طرف اپنے کٹھ پتلی حامد کرزئی کو مذاکرات کے لیے آگے کیا جائے اور یوں میدان میں ہاری ہوئی بازی مذاکرات سے جیتی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کرزئی نے ایک امن کونسل قائم کی۔ برہان الدین ربانی اس کونسل کے صدر تھے۔ اور امریکہ دنیا کو تاثر دے رہا تھا کہ کرزئی طالبان مذاکرات

ہو رہے ہیں اور کسی وقت طالبان کرزئی حکومت کا حصہ بن جائیں گے اور امریکہ فاتحانہ انداز میں افغانستان سے واپس چلا جائے گا، لیکن طالبان نے برہان الدین ربانی کو ٹھکانے لگا کر امریکی پلان فلاپ کر دیا ہے اور امریکہ کو یہ پیغام دیا ہے کہ مذاکرات تمہاری خواہش کے مطابق نہیں بلکہ ہماری منشا اور طے شدہ وقت پر ہوں گے۔

پنجابی کی ایک ضرب المثل ہے، کمہار دا غصہ کھوتی تے (کمہار اپنا غصہ اپنی گدھی پر نکالتا ہے) امریکہ شاید پاکستان کو اپنی گدھی کا درجہ دیتا ہے۔ ہماری رائے میں کوئی ایسا غلط بھی نہیں سمجھتا کیونکہ پاکستان کی لگ بھگ تمام سول اور فوجی حکومتوں نے جس انداز میں اور جس طرح بے چون و چرا امریکہ کی چاکری کی ہے اور امریکی مفادات کو ملکی مفادات پر ترجیح دی ہے اس حوالہ سے پاکستان کے بارے میں امریکی رائے کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ امریکہ پاکستان کی موجودہ عسکری قیادت سے مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ افغان طالبان کو مجبور کر کے امریکہ کی لائن میں لائے جبکہ طالبان افغانستان کا واضح موقف ہے کہ جب تک غیر ملکی افواج افغانستان سے نہیں نکلیں گی وہ کوئی مذاکرات نہیں کریں گے۔ اس حوالہ سے وہ قطعی طور پر پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔ امریکہ یوں شکست خوردہ ہو کر نکلنا اپنی توہین سمجھتا ہے، اور وہ اشتعال میں آ کر پاکستان کو دھمکیاں دے رہا ہے۔

ہم امریکہ بہادر کی خدمت عالیہ میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ کے تمام الزامات کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے کہ پاکستان حقانی نیٹ ورک کی در پردہ مدد کرتا ہے تو سوال یہ ہے کہ آپ نے اور نیٹو نے جو ڈیڑھ لاکھ "مجاہد" اور بقول جنرل حمید گل کے "چاکلیٹ سولجرز" افغانستان کی سرزمین پر پھیلائے ہوئے ہیں اُن کی ذمہ داری کیا تالیاں بجانا ہے۔ حقانی نیٹ ورک کے لوگ پاکستان کی سرحد سے 250 یا 300 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے کابل جا کر حملہ کرتے ہیں تو آپ کے یہ "جانباز" سپاہی اُنہیں روکتے اور مارتے کیوں نہیں اور آپ کی وہ ٹیکنالوجی جو زیرِ زمین چلتی چیونٹیوں کی تصاویر بنا لیتی ہے وہ اُنہیں جلا کر بھسم کیوں نہیں کر دیتی۔ امریکہ کے صدر نے اسامہ بن لادن کو شہید کرنے کا اعلان کرتے وقت یہ کفر بکا تھا کہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ امریکہ جہاں چاہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ کیا ہم یہ سمجھیں کہ امریکی سفارت خانہ پر حملہ اور امریکی فوجیوں کا موت کے گھاٹ اترنا امریکہ کے چاہنے سے ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عروج حاصل کرنے والی قوموں کا جب زوال شروع ہوتا ہے تو وہ یہی رویہ اختیار کرتی ہیں۔ ذہن بگڑتا ہے، اخلاق بگڑتا ہے اور کبر آ جاتا ہے۔ یقیناً انسانی تاریخ میں امریکہ جیسی قوت رکھنے والی کوئی سپریم پاور نہیں ہوئی۔ حالات بتا رہے ہیں کہ اِس کا زوال اور ذلت و نکبت بھی مثالی ہوگی۔ پاکستان کے ٹھیکیداروں کو کون سمجھائے کہ ماضی سے باہر آؤ، حالات کا حقیقت پسندانہ جائزہ لو، امریکہ کی ڈوبتی کشتی سے الگ ہو جاؤ ورنہ یاد رکھو جتنا بڑا اور عظیم الشان یہ جہاز ہے اُتنا گہرا یہ غرق ہوگا۔ جتنی زیادہ بلندی سے کوئی گرتا ہے اُتنی زیادہ اُس کی ہڈیاں ٹوٹتی ہیں۔ امریکہ نے بہرحال ایک عروج دیکھا ہے، پاکستان اور اہل پاکستان نے کیا دیکھا ہے۔ خدارا! غلامی کی ان زنجیروں کو توڑ دو، حوصلہ کرو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ امریکیوں پر حملہ آور ہو جاؤ لیکن اُن کے مطالبات کے آگے ناک رگڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ طالبانِ افغانستان کے پاس کیا تھا کہ انہوں نے امریکہ کی ناک زمین سے رگڑ دی، تمہارے پاس تو بہت کچھ ہے۔ ضرورت صرف ہمت، عزم اور جرأت کی ہے۔ طے کر لو کہ قادرِ مطلق اور مالک حقیقی کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی پیروی نہیں کریں گے۔ اللہ اور رسول ﷺ کا سہارا ہمیں تمام دنیوی سہاروں سے بے نیاز کر دے گا۔

بیابہ مجلس اسرار

قرآن مجید کا طرزِ استدلال

قرآن کے طالب علم کو جاننا چاہیے کہ قرآن کا اسلوبِ استدلال منطقی نہیں، فطری ہے۔ انسان جس فلسفے سے واقف ہے اس کی بنیاد منطق ہے۔ چنانچہ ہمارے فلاسفہ اور متکلمین استخراجی منطق سے اعتناء کرتے رہے ہیں، جبکہ قرآن مجید نے اسے سرے سے اختیار نہیں کیا۔ وقتی تقاضے کے تحت ہمارے متکلمین نے اسے اختیار کرنے کی کوشش کی لیکن اس سے کوئی زیادہ فائدہ نہیں پہنچ پایا۔ ایمانی حقائق کو جب استخراجی منطق کے ذریعے سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تو یقین کم اور شک زیادہ پیدا ہوا۔ اس ضمن میں کانٹ کی بات حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے، لہٰذا علامہ اقبال نے بھی اپنے خطبات کا آغاز اسی حوالے سے کیا ہے۔ کانٹ نے حتمی طور پر ثابت کر دیا کہ کسی منطقی دلیل سے خدا کا وجود ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ منطق میں اللہ کی ہستی کے اثبات کے لیے ایک دلیل لائیں گے تو منطق کی دوسری دلیل اسے کاٹ دے گی۔ جیسے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اسی طرح منطق، منطق کو کاٹ دے گی۔ قرآن نے اگرچہ کہیں کہیں منطق کو استعمال تو کیا ہے لیکن وہ بھی منطقی اصطلاحات میں نہیں۔ قرآن مجید کا اسلوبِ استدلال فطری ہے اور اس کا انداز خطابی ہے۔ جیسے ایک خطیب جب خطبہ دیتا ہے تو جہاں وہ عقلی دلائل دیتا ہے وہاں جذبات سے بھی اپیل کرتا ہے۔ اس سے اس کے خطبے میں گہرائی و گیرائی پیدا ہوتی ہے۔ ایک لیکچر میں زیادہ تر دار و مدار منطق پر ہوتا ہے۔ یعنی ایسی دلیل جو عقل کو قائل کر سکے۔ لیکن شعلہ بیان خطیب انسان کے جذبات کو اپیل کرتا ہے۔ اس کو خطابی دلیل کہا جاتا ہے۔ یہی خطابی انداز اور استدلال قرآن نے استعمال کیا ہے۔

نائن الیون کا ڈراما آخری صلیبی جنگ کا آغاز ہے

افغانستان پر اتحادی یلغار

امریکہ نے کیا کھویا؟ کیا پایا؟

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 9 ستمبر 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضراتِ محترم! ماہ ستمبر کے حوالے سے پوری دنیا میں نائن الیون کی یاد تازہ ہو رہی ہے۔ دس سال پہلے 11 ستمبر 2001ء کو وہ واقعہ پیش آیا جس کے بعد پوری دنیا کی تاریخ نے ایک نئی کروٹ لی، ایک نیا رُخ اختیار کیا۔ اس واقعہ نے پورے عالم کو متاثر کیا۔ امریکہ نے اس واقعہ کا سارا نزلہ مسلمانوں پر گرایا اور اس کے بعد پچھلے دس سالوں میں اُس نے ظلم و ناانصافی اور ریاستی دہشت گردی کی انتہا کر دی، اور اپنے تئیں ظلم اور سربریت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس ریاستی دہشت گردی میں اُس نے پورے عالم کفر کو بھی اپنے ساتھ ملایا تھا۔ چنانچہ کوئی بھی نائن الیون کے اثرات سے کلیتاً بچا ہوا نہیں ہے۔ یہ واقعہ کیا ہے؟ نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر (WTC) کے دو ٹاور جو جڑواں ٹاور کہلاتے ہیں، جو اپنی تعمیر کے وقت شاید دنیا کی سب سے اونچی عمارات تھیں، امریکہ کا تجارتی مرکز تھے۔ 11 ستمبر کو ان دونوں جڑواں عمارتوں پر حملہ ہوا۔ ایک جہاز ایک ٹاور سے ٹکرایا دوسرا دوسرے سے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے دونوں عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئیں۔ یہ ایک عام واقعہ نہیں تھا، بہت بڑا واقعہ تھا۔ اِس سے امریکہ کی ناک کٹ گئی تھی۔ جس طریقے سے یہ واقعہ پیش آیا، اس سے گویا امریکہ کا سارا دفاعی نظام، ان کا سارا سکیورٹی سسٹم ناکام ہو گیا۔ اس سے امریکہ کی عزت بھی خاک میں ملی اور اس کا سارا سسٹم بھی جس کا بڑا رعب تھا، گویا کہ تارِ عنکبوت کی طرح بکھرتا ہوا نظر آیا۔ یہودی کنٹرولڈ میڈیا نے اِن ٹاورز کے ساتھ جہازوں کے ٹکرانے اور اُن کے گرنے کے مناظر فوراً ہی دکھانا شروع کر دیے۔ چنانچہ واقعہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح دنیا بھر میں پھیل گئی۔ اس کے ساتھ ہی میڈیا پر واقعے کے فوراً بعد افغانستان اور اُسامہ بن لادن کا ذکر آنا شروع ہو گیا۔

نائن الیون کا واقعہ امریکہ کے طے شدہ منصوبے کے تحت وقوع پذیر ہوا۔ اگرچہ یہی رٹی رٹائی بات دھرائی جاتی ہے جیسا کہ امریکا کا سرکاری موقف بھی ہے کہ یہ واقعہ امریکہ کی مرضی کے بغیر ہوا اور اس میں امریکہ کی حکومت اور ایجنسیاں شامل نہیں تھیں، تو پھر تو یہ اُن کی بہت بڑی نااہلی ہے۔ پھر ایسے نااہل اور ناکام اداروں نے محض آدھے گھنٹے میں یہ کیسے پتہ چلا لیا کہ اس واقعہ میں القاعدہ اور اسامہ بن لادن ملوث ہیں۔ دراصل آج کا دور دجالی فتنے کا دور ہے۔ دجال دجل سے ہے۔ دجل فریب اور دھوکہ کو کہتے ہیں۔ یعنی حقیقت کچھ ہو اور دکھایا کچھ اور جاتا ہو۔ اسی معنی میں یہ دنیا بھی دھوکہ اور فریب ہے کہ یہاں بظاہر بڑی چمک دمک دکھائی دیتی ہے۔ مگر حقیقت میں یہ بالکل بے قیمت اور بے وقعت ہے۔ نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ اپنے چند صحابہؓ کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل رہے تھے، دیکھا کہ کوڑے کے ڈھیر پر ایک بکری کا مرا ہوا بچہ پڑا ہے۔ آپؐ رُک گئے اور صحابہ سے پوچھا، تم میں سے کون ہے جو اس کو دو درہم میں خریدنے کے لیے تیار ہو۔ اس پر صحابہ حیران ہوئے۔ کہنے لگے، ایک سڑی ہوئی لاش کے لیے دو درہم کون ضائع کرے گا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا، دنیا کی اصل حقیقت اس سے بھی کم تر ہے۔ تو دجل یہ ہے کہ اصل حقیقت پردوں میں چھپ جائے۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

نائن الیون کا واقعہ دجالیت اور دجل کی سب سے بڑی علامت ہے۔ دجالیت کے لیے آج کی دجالی قوتوں کے پاس سب سے مؤثر ہتھیار میڈیا ہے۔ میڈیا نے اِس واقعہ کے فوراً بعد لوگوں کی توجہ افغانستان اور اُسامہ بن لادن کی طرف مبذول کروا دی، القاعدہ کا لفظ تو بعد میں آیا۔ اب بیک وقت Twin Towers دکھائے جانے لگے اور ساتھ ہی افغانستان اور اسامہ کا ذکر کیا جانے لگا، حالانکہ آج دس سال گزر جانے کے باوجود بھی امریکہ یہ ثابت نہیں کر سکا کہ اِس واقعہ میں اسامہ بن لادن اور افغانستان ملوث تھے، بلکہ یہی ثبوت سامنے آئے ہیں کہ امریکہ نے یہ سب کچھ خود کروایا۔ اس پر اب ویڈیوز آ گئی ہیں، دستاویزی فلمیں بن گئی ہیں، سی ڈیز آ گئی ہیں۔ اس پر بہت ریسرچ ہوئی ہے۔ دنیا کے چوٹی کے پندرہ سو ماہرین تعمیرات اور انجینئرز بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ صرف جہازوں کے ٹکرانے سے یہ عمارتیں گر ہی نہیں سکتی تھیں، یہ ممکن ہی نہیں تھا، یہ سب ڈرامہ تھا جو امریکی حکومت اور ایجنسیوں نے رچایا۔ یہ ماہرین اپنے موقف کے ثبوت کے لیے سب سے بڑی دلیل یہ دیتے

ہیں کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارتیں پورے طور پر سٹیل سٹرکچر تھیں اور یہ سٹیل بھی عام نہیں تھا، بلکہ reinforced سٹیل تھا، جو کہ 15 سوڈگری گریڈ پر جا کر پگھلنا شروع ہوتا ہے۔ جبکہ جہاز کے ایندھن کے بھڑکنے سے جو آگ پیدا ہوتی ہے، اس کا زیادہ سے زیادہ ٹمپریچر چھ سو سے آٹھ سو ڈگری سنٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ لہٰذا اس پر کبھی بھی وہ سٹیل پگھل نہیں سکتا تھا۔ دوسری بڑی دلیل یہ دی گئی ہے کہ یہ عمارتیں دھڑام سے زمین بوس ہوئیں اور تاش کے پتوں کی طرح بکھر گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہیں اُس خاص تکنیک کے تحت گرایا گیا ہے جو امریکہ میں اونچی عمارتوں کو گرانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اس تکنیک سے اردگرد کی عمارتوں کو بھی بچانا مقصود ہوتا ہے۔ اس تکنیک کے تحت سب سے پہلے تو عمارت کی فاؤنڈیشن کو جن پر اُس کا پورا بوجھ ہوتا ہے، اور جو بہت ہیوی سٹیل کی ہوتی ہیں بالکل کاٹ دیا جاتا ہے، تاکہ گرتے وقت ساری عمارت کا بوجھ اندر کی طرف آئے اور دوسری عمارتوں کو نقصان نہ پہنچے۔ پھر یہ کہ اس عمل میں گرائی جانے والی عمارت میں نینو تھرمائیٹ استعمال کیا جاتا ہے، جو ایک خاص کیمیکل ہے۔ اس سے ٹمپریچر اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ عمارت کی سٹیل فوراً پگھل جاتی ہے۔ اس تکنیک کو کنٹرولڈ ڈیمولیشن کہتے ہیں۔ انہی آرکیٹیکٹ اور انجینئر حضرات کا کہنا ہے WTC کے گرانے میں دس سے لے کو سوٹن تک کا نینو تھرمائیٹ استعمال ہوا ہے۔ نینو تھرمائیٹ کو عمارتوں کی ہر منزل میں ایک خاص فاصلے پر فکس کیا گیا، اور ایک ہی وقت میں اُسے کمپیوٹرائزڈ ایکشن سے چلایا گیا، جس سے یہ بلڈنگز فری فال کی سپیڈ سے اندر کی طرف آ گریں۔ اس لیے کہ اندر سے اس کی بیس پہلے ہی کاٹ دی گئی تھی۔ بفرضِ محال جہاز کا ملبہ گرنے سے ہی اتنی منزلیں بیٹھتیں تو یہ عمارتیں فری فال سپیڈ سے کبھی نہ گرتیں۔ 110 منزلہ عمارت کو ایک ایک منزل کے حساب سے نیچے آنے میں تو کافی وقت درکار تھا۔ یہ عمارتیں جس طرح دھڑام سے گری ہیں یہ تبھی ہوتا ہے جب کنٹرولڈ ڈیمولیشن کی تکنیک کے تحت کسی بلند و بالا عمارت کو گرانے کا منصوبہ ہو۔ حال ہی میں چند مزید رپورٹس بھی میرے سامنے آئی ہیں جو بڑی چشم کشا ہیں۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی دو عمارتیں دن کے وقت کو گریں جبکہ ایک

تیسری بلڈنگ اسی روز شام کو گری جو 47 منزلہ تھی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ وہ عمارت بھی اسی فری فال سپیڈ سے گری، حالانکہ اس کے ساتھ کوئی جہاز تو کیا، کوئی پرندہ بھی نہیں ٹکرایا۔ اس بلڈنگ کے گرنے کا منظر ایک بار تو میڈیا پر آیا لیکن پھر اس کا معاملہ فوراً دبا لیا گیا۔ اسی طرح امریکہ میں ریاستی سطح پر اس معاملے میں جو تحقیقات کی گئیں، وہ ناقابل اعتبار ہیں، اس لیے کہ تحقیقات کو ایک خاص حد تک لے جا کر روک دیا گیا۔ تحقیقاتی ٹیم کے ایک ممبر کا یہ کہنا ہے جو رپورٹیں مرتب کی گئی ہیں یہ قابل اعتماد نہیں ہیں، ہمیں تحقیق کا پورا موقع نہیں دیا گیا۔ پھر ان عمارتوں کے گرانے میں امریکی ایجنسیوں اور یہودی ہاتھ ہونے کی بات کو اس چیز سے بھی تقویت ملتی ہے کہ گرنے والی تینوں عمارتیں دو مہینے پہلے ایک یہودی نے خرید لی تھیں۔ اُس نے دو ہفتوں کے اندر اندر اُن کا سارا سیکیورٹی عملہ تبدیل کر دیا، اور ان عمارتوں کا بیمہ کرایا۔ ایک بلڈنگ کا بیمہ 386 ملین ڈالر کرایا گیا تھا اور یہودی مالک کو جو رقم ملی وہ 886 ملین ڈالر تھی۔ یعنی یہودی مالک نے 500 ملین ڈالر ایک بلڈنگ سے اضافی کمائے، اسے ان کے گرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ بہرکیف جہازوں کا معاملہ بھی سارا ڈراما تھا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ امریکہ کی فضا میں کوئی جہاز اپنے روٹ سے الگ ہو جائے اور ایف16 اُس کا تعاقب نہ کریں اور جہاز بھی وہ جو پینٹاگون کی طرف جا رہا ہو۔ جنرل حمید گل نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ ناممکن ہے۔ بلکہ عین اُسی وقت جب یہ عمارتیں گری ہیں، امریکہ میں موجود ہمارے ایک سینئر انجینئر ساتھی نے کہا تھا کہ ”جس انداز سے یہ عمارتیں گری ہیں، اس سے واضح ہے کہ یہ کنٹرولڈ ڈیمولیشن ہے، جہازوں کے ٹکرانے سے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔“ دراصل یہ ساری پلاننگ یہودیوں نے کی تھی، اور اس میں امریکی حکومت اور اُس کی ایجنسیاں اور موساد ملوث تھیں۔ ان لوگوں کا ٹارگٹ کیا تھا؟ وہی جس کا ذکر

پریس ریلیز: 19 ستمبر 2011ء

حقانی نیٹ ورک کے ساتھ پاکستان کے روابط کے حوالے سے امریکی سفیر کا بیان سفارتی آداب کی سنگین خلاف ورزی ہے

امریکہ اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے افغانستان میں اپنی شکست کو تسلیم کرے اور وہاں سے بوریا بستر لپیٹ لے

حافظ عاکف سعید

پاکستان میں امریکی سفیر کیمرون منٹر کا یہ بیان کہ حقانی نیٹ ورک کے ساتھ پاکستان کے روابط کے شواہد موجود ہیں سفارتی آداب کی خلاف ورزی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اس حوالہ سے امریکی وزارت خارجہ نے ایک بیان دیا تھا جس کا پاکستان کی وزارتِ خارجہ نے مناسب جواب دے دیا تھا۔ کسی سفیر کا اُس ملک پر الزام تراشی کرنا جہاں وہ متعین ہو انتہائی غیر مناسب ہے۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ طالبانِ افغانستان کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھا چکا ہے لیکن ایک سپریم پاور کی حیثیت سے اپنی ناک بچانے کے لیے اِس کا ملبہ پاکستان پر ڈال رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب امریکہ افغانستان پر ڈیڑھ لاکھ سے زائد فوج رکھتا ہے تو وہ حقانی نیٹ ورک یا کسی بھی طرف سے خود پر حملوں کو بزور بازو کیوں نہیں روکتا۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ کا بھلا اِسی میں ہے کہ وہ اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے افغانستان میں اپنی شکست کو تسلیم کرے اور وہاں سے بوریا بستر لپیٹ لے اور افغانستان کا معاملہ افغانیوں پر چھوڑ دے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

انہوں نے فوری طور پر کر دیا جبکہ Twin Towers آگ میں جل رہے تھے، یعنی افغانستان، اُسامہ اور مسلمان۔ یہ ہدف کیوں تھے؟ اس کا جواب بہت واضح ہے کہ یہ حق و باطل کا معرکہ ہے، جو ازل سے چل رہا ہے۔ اہل حق اور اہل باطل، شیطانی قوتوں اور رحمانی قوتوں کی جنگ ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ یہ اُسی جنگ کا تسلسل ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

یوں تو پوری انسانی تاریخ اسی معرکہ حق و باطل کی داستان ہے، تاہم اِس کا آخری مرحلہ یہاں سے شروع ہوا ہے۔ نائن الیون دراصل آخری صلیبی جنگ کا آغاز ہے، جس کے بارے میں والد محترمؒ امریکی ایوانجلسٹ عیسائیوں کے ماہنامہ رسالہ ''فلاڈلفیا ٹرمپٹ'' کے حوالے سے فرمایا کرتے تھے کہ ''بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صلیبی جنگیں ماضی کی چیزیں ہیں، اب یہ ختم ہو چکی ہیں۔ مگر اُن کا یہ خیال غلط ہے۔ آخری صلیبی جنگ کے لیے بھرپور تیاریاں ہو رہی ہیں اور یہ جنگ سب جنگوں سے زیادہ خونریز ہوگی۔ (گیرالڈ فلوری)''

صلیبی و صیہونی قوتیں شیطان کی ایجنٹ ہیں۔ یہ حزب الشیطان کا حصہ ہیں۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ وہ لوگ جو کبھی حزب اللہ ہوا کرتے تھے، جنہیں کتابیں ملی تھیں، شریعت ملی تھی، جن کے پاس رسول آئے تھے، اور جو کبھی اِس زمین پر اللہ کی نمائندگی کے منصب پر فائز تھے، طلوعِ اسلام کے بعد شیطان کے ایجنٹوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ قرآن حکیم نے بالکل ابتدا (سورۃ الفاتحہ) ہی میں بتا دیا کہ یہ ''مغضوب'' اور ''الضالین'' ہیں۔ قرآن نے یہ بھی تنبیہہ بھی کر دی کہ دیکھنا ان لوگوں کے رستے پر نہ چلنا۔ انہی کی طرح تمہیں بھی ہدایت ملی ہے، اور بعید نہیں کہ تم بھی ان رستوں پر چل نکلو۔ یہ ہے وہ آخری دجالی دور جس کا ذکر احادیث میں آتا ہے۔

حزب الشیطان میں قائدانہ کردار یہود ادا کر رہے ہیں۔ اسی لیے تو قرآن نے کہا کہ

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ (المائدۃ:82)

''(اے پیغمبرؐ) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔''

یہودی کے بارے میں یہ بھی فرمادیا کہ یہ نورِ اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ یہ مضمون قرآن میں دو جگہ آیا۔ سورۃ الصف اور سورۃ التوبہ میں۔ دونوں مقامات پر اِس مضمون سے پہلے یہود کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ سورۃ الصف میں فرمایا

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸﴾

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے (چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا۔ خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔''

سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوا:

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۲﴾

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کیے بغیر نہیں رہے گا۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمادیا کہ یہودی اللہ کے نور کو اپنی منہ کی پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں، مگر اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا، چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی ناپسند اور ناگوار ہو، چاہے ان کے سینے میں کتنے ہی آگ کے الاؤ جل رہے ہوں، انتقام بغض اور نفرت کی آگ بھڑک رہی ہو۔ یہود کا معاملہ یہ تھا کہ میثاقِ مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف مسلسل سازشیں کر رہے تھے کہ جیسے بھی ہو کسی طرح اسلام کا چراغ گل ہو جائے، اللہ کی طرف سے یہ جو نعمت ہدایت آ رہی ہے، اس کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ چنانچہ جتنا زیادہ قرآن نازل ہوتا، ان کے اندر نفرت کا الاؤ اور زیادہ دہکتا۔ سورۃ المائدۃ میں فرمایا:

﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا﴾ (آیت:64)

''اور (اے محمدؐ) یہ (کتاب) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی اس سے ان میں سے اکثر کی شرارت اور انکار اور بڑھے گا۔''

ابتدائے اسلام سے یہود کی اسلام سے بغض، نفرت اور عداوت کا جو سلسلہ چلا ہے، وہی اب بھی چل رہا ہے۔ اسلام دشمن شیطانی پارٹی میں اصل کردار انہی یہودیوں کا ہے۔ باقی سب لوگ اُن کے ایجنٹ ہیں۔ بقول اقبال ؎ فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے۔

اقبال نے یہ بات اس وقت کہی تھی جبکہ برطانیہ کی سلطنت میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا اور وہ دنیا کی سپر پاور تھی۔ دنیا کے بڑے رقبے پر اُسی کا پرچم لہراتا تھا، مگر اُس کی رگِ جاں یہودی کے ہاتھوں میں تھی۔ اس کے بعد سپریم پاور آف ارتھ امریکہ بن گیا۔ یہ کھلا راز ہے کہ اس وقت امریکہ کی رگِ جاں بھی یہود کے پنجہ میں ہے۔

یہود کے عزائم کیا ہیں؟ پوری دنیا پر اپنی حکومت قائم کرنا، سب کو اپنا غلام بنالینا، خاص طور پر مسلمانوں اور اسلام کا رستہ روکنا۔ اس لیے کہ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کے عزائم کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ مسلمان ہیں۔ یہودی یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ اگر مسلمانوں میں جذبہ جہاد بیدار ہو گیا، تو پھر ہماری خیر نہیں۔ لہٰذا انہیں اسلام اور جذبہ جہاد سے دور کرو، انہیں بھی دنیا کے پجاری بنادو، تاکہ انہیں آخرت کی کوئی فکر نہ ہو اور دنیا ہی میں لگے رہیں، ہوس پرستی، دولت پرستی، خود غرضی اور مفادات کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھیں۔ یہودیوں نے ساری دنیا کو فحاشی و عریانی کے ذریعے شرف انسانیت سے محروم کر کے رکھ دیا، اور سودی معیشت کے ذریعے سرمایہ داروں کو درندہ بنا دیا۔ یہودی اُن لوگوں کو کنٹرول کر رہے ہیں جن کے ہاتھوں میں اس وقت دنیا کی معیشت ہے۔ اس طرح وہ دنیا کی معیشت کا پورا کنٹرول اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتے ہیں، تاکہ ساری دنیا اُن کی غلام ہو جائے۔

یہودی امریکہ کے ساتھ بھی مخلص نہیں ہیں۔ وہ امریکہ کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔ امریکہ کی اقتصادیات کو اِس زبوں حالی تک یہود ہی نے پہنچایا ہے۔ انہوں نے سودی معیشت اور ٹریلین ڈالر کے قرضوں کے ذریعے امریکہ کو اپنے استبدادی شکنجے میں جکڑا ہوا ہے اور اُس کا حال یہ ہو گیا ہے کہ اِس وقت وہ دنیا کا سب سے بڑا مقروض ملک بن گیا ہے۔ اُس کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ اسے اپنی کرنسی ڈالر پر بھی اختیار نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ امریکہ کی رگِ جاں پوری طرح یہود کے ہاتھ میں ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆

قادیانی کے لئے دعائے مغفرت؟

شاہد حمید

قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد کی والدہ ناصرہ احمد کچھ عرصہ پہلے آنجہانی ہوئی، جس کی آخری رسومات پہلے فیصل آباد اور پھر چناب نگر میں ادا کی گئیں۔ ریجنل پولیس آفیسر فیصل آباد کے حکم کے تحت چناب نگر قبرستان اور قادیانی جماعت کے مرکز کو چاروں اطراف سے فیصل آباد، چنیوٹ اور جھنگ پولیس کی بھاری نفری نے گھیرے رکھا۔ چناب نگر کا مین بازار بند کر دیا گیا تھا، جبکہ خاص حفاظتی انتظامات کے تحت آخری رسومات کی ادائیگی ہوئی۔ ایک اطلاع کے مطابق چناب نگر (سابق ربوہ) میں ہائی الرٹ رہا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر انتظام ریلوے اسٹیشن پر جامع مسجد محمدیہؐ کے علاقے کو سیل کر دیا گیا تھا۔ آخری رسومات کے لئے خاص حفاظتی انتظامات کیے گئے۔

لندن میں مقیم ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے جو ذوالفقار مرزا کے انکشافات کے بعد سنگین الزامات اور طعن و تشنیع کی زد میں ہیں، بلا تاخیر ناصرہ احمد کے اہل خانہ اور قادیانی جماعت کے ذمہ داران سے فون کر کے تعزیت و بخشش کی دعا کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ "مرحومہ" کے گناہوں کو معاف فرمائے۔ مرزا مسرور احمد کو الطاف حسین نے فون پر کہا کہ اللہ تمام سوگواران کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ اور صبر جمیل عطا کرے وغیرہ وغیرہ۔۔۔ اختلافات کے باوجود کراچی میں الطاف حسین اور ایم کیو ایم کا ووٹ بنک اور بڑا سیاسی وزن ہے۔ ایم کیو ایم میں صحیح العقیدہ افراد کی بھی ایک خاصی تعداد موجود ہے۔ پھر بھی الطاف حسین کسی کا کوئی لحاظ نہ رکھتے ہوئے جب بھی موقع ملتا ہے قادیانیوں کی خوشہ چینی کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ قبل ازیں مرزا طاہر احمد کی موت پر بھی الطاف حسین نے اِسی قسم کے تأثرات کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ 8 ستمبر 2009ء کو ایکسپریس نیوز کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں جسے 9 ستمبر 2009ء کو نشر کیا گیا تھا جناب الطاف حسین نے کہا:

"جب مرزا طاہر کا انتقال ہوا، واحد الطاف حسین تھا جس کا تعزیتی بیان گیا تھا، جس پر کئی اخبارات نے میرے خلاف اداریے لکھے کہ میں نے کفر کیا ہے اور میں یہ کفر دوبارہ کرنے جا رہا ہوں، جس کا دل چاہے مجھ پر فتویٰ دے۔ میں نے احمدیوں کا لٹریچر بھی پڑھا ہے۔ میں نے احمدیوں کے پروگرام بھی دیکھے ہیں۔ ان کا وہی کلمہ ہے، سرکار دو عالم (ﷺ) کو وہ آخری نبی مانتے ہیں"۔

مختلف وجوہ کی بنیاد پر قادیانی مسئلہ برصغیر میں بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ 1974ء میں ہماری پارلیمنٹ قادیانیوں کو ان کے اپنے عقائد کی روشنی میں ملت اسلامیہ سے آئینی طور پر الگ کر کے ملک کی ساتویں غیر مسلم اقلیت قرار دے چکی ہے۔ اسمبلی میں 13 دن اس مسئلہ پر بحث ہوئی۔ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد ملت اسلامیہ کے مؤقف اور پارلیمنٹ کے سامنے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے میں ناکام بلکہ نامراد ہوا۔ اعلیٰ عدالتوں کے متعدد فیصلے آئے اور اسلامی شعائر کے استعمال سے قادیانیوں کو قانوناً روک دیا گیا۔ بظاہر لگتا ہے کہ الطاف حسین نے قادیانی لٹریچر کا مطالعہ سرے سے کیا ہی نہیں یا پھر وہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں، ورنہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد، عیسیٰ، مہدی اور (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ہونے کے متعدد دعوے کیے۔ الطاف حسین پارلیمنٹ میں 1974ء والی کارروائی ہی کا مطالعہ فرما لیں تو یہ ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہوگی۔ 7 ستمبر 1974ء کو جب پارلیمنٹ میں متفقہ قرارداد کے ذریعے لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اس کے فوراً بعد پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنے خطاب میں اِسے پورے ایوان کا فیصلہ قرار دیتے ہوئے کہا تھا:

"آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے، یہ ایک قومی فیصلہ ہے۔ یہ پاکستان کی عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ 1953ء میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا، جو اس مسئلہ کے حل کے لئے نہیں، بلکہ اس مسئلہ کو دبانے کے لئے تھا۔"

اپنی پھانسی سے قبل بھٹو مرحوم جب اڈیالہ جیل میں تھے تو ڈیوٹی آفیسر کرنل رفیع الدین سے انہوں نے کہا تھا کہ

"قادیانی اصل میں پاکستان میں وہ مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔"

علامہ اقبال مرحوم نے قادیانیت کو یہودیت کا چربہ قرار دیا اور کہا کہ "قادیانی اسلام" ہی کے نہیں، وطن کے بھی غدار ہیں۔"

1984ء میں قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام کا ماڈل امریکہ کو فراہم کیا اور اس کا تذکرہ سابق بیوروکریٹ زاہد ملک نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ مذہبی عقائد اور کفر و ارتداد سے ہٹ کر بھی ہم دیکھیں تو قادیانی ملک و ملت اور وطن عزیز کی سالمیت کے درپے ہیں اکھنڈ بھارت قادیانیوں کا مذہبی عقیدہ ہے۔ ربوہ میں مرزا بشیر الدین محمود کی قبر پر ایک عرصہ تک یہ تختی لگی ہوئی تھی کہ "ہمارے مردے یہاں امانتاً دفن ہیں، آخر کار ہمیں ہندوستان لے جانا ہے۔" اِن عقائد اور حالات و واقعات کے حوالے سے ہم دیکھیں تو پھر الطاف حسین کا ہر موقع پر منکرین ختم نبوت اور قادیانیوں کی طرف جھکاؤ کھل کر سمجھ میں آجاتا ہے۔ جہاں تک کافروں کے لئے بخشش کا تعلق ہے تو ہم یہاں قرآن حکیم کی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 113 کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یہ بات نہ تو نبی کو زیب دیتی ہے، اور نہ دوسرے

(باقی صفحہ 9 پر)

رسول اللہ ﷺ کی عمرہ کے لیے مکہ روانگی اور معاہدہ صلح حدیبیہ

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

غزوۂ احزاب کے اگلے ہی سال 6ھ میں رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپؐ اور آپؐ کے ساتھی اہل ایمان عمرہ ادا کر رہے ہیں۔ چونکہ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غیبی اشارہ اور حکم سمجھ کر اعلان عام کرا دیا کہ ہم عمرہ کے لیے جائیں گے، جو ہمارے ساتھ جانا چاہیں وہ چلیں۔ چنانچہ چودہ سو یا اٹھارہ سو صحابہ ؓ بھی آپؐ کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ ہدی کے جانور بھی ساتھ لیے۔ جن صحابہ کرام ؓ نے اُس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے کا قصد کیا وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ وہ گویا موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ عمرہ کے لیے جانے کا مطلب ہی یہ تھا کہ شیر کی کچھار میں جانا ہے۔ اس لیے کہ وہ اگرچہ عمرہ کی نیت سے جا رہے تھے، لیکن قریش کے نزدیک تو یہ ایک نوع کی چڑھائی تھی۔ وہ اہل ایمان کو عمرہ کے لیے مکہ میں داخل ہونے دیں تو گویا یہ ان کے لیے اپنی رہی سہی ساکھ اور بچا کھچا وقار بھی ہمیشہ کے لیے خود اپنے ہاتھوں خاک میں ملانے کے مترادف تھا۔ یہ تو ان کے لیے ایک نوع کی شکست تھی کہ وہ مسلمانوں کو عمرہ ادا کرنے دیتے۔ اس کے بعد تو عرب میں ان کی کوئی حیثیت باقی نہ رہتی۔

ذوالحلیفہ کا مقام جو مدینہ سے تقریباً سات آٹھ میل باہر ہے، اور یہاں سے عمرہ یا حج کے لیے احرام باندھنے کی حد شروع ہو جاتی ہے، حضور ﷺ اور آپؐ کے تمام ساتھیوں ؓ نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی (قربانی) کے جو جانور ساتھ تھے، ان کے گلوں میں پٹے ڈال دیئے گئے، جو اس بات کی علامت تھی کہ یہ جانور قربانی کے ہیں۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر آپؐ نے مکہ کی طرف سفر جاری رکھا، حتیٰ کہ حدیبیہ کے مقام پر جا کر پڑاؤ کیا۔ اسی مقام پر نبی اکرم ﷺ اور مشرکین قریش کے مابین وہ صلح ہوئی جو تاریخ میں ''صلح حدیبیہ'' کے نام سے موسوم ہے اور جسے قرآن حکیم نے سورۃ الفتح میں ''فتح مبین'' قرار دیا ہے۔

اُدھر جب قریش کو علم ہوا کہ حضور ﷺ عمرہ کے ارادہ سے تشریف لائے ہیں تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہم محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو کسی صورت بھی مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، بلکہ انہوں نے اپنے تمام حلیفوں کو پیغام بھیج دیا کہ وہ سب آ کر قریش کی مدد کریں، تاکہ سب مجتمع ہو کر اپنی پوری قوت کے ساتھ محمد (ﷺ) کا راستہ روک سکیں۔ نبی اکرم ﷺ کو بھی یہ خبریں پہنچ رہی تھیں۔ بدیل بن ورقہ خزاعی قبیلہ بنو خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے، جو مکہ اور مدینہ کے مابین آباد تھا۔ اس قبیلہ کا کچھ دوستانہ تعلق قریش کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بھی تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بدیل بن ورقہ کو اس کام کے لیے مامور کیا کہ وہ مکہ والوں کی خبر لا کر دیں کہ صورت حال کیا ہے۔ انہوں نے آ کر خبر دی کہ قریش نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے اور ان کا عزم مصمم ہے کہ وہ کسی صورت میں بھی آپؐ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم مکہ جا کر ہماری طرف سے قریش سے کہو کہ ہمارا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے، ہم محض عمرہ کے لیے آنا چاہتے ہیں، اور قریش کو سمجھاؤ کہ انہیں پہلے بھی ان جنگوں کے سلسلہ نے بہت نقصان پہنچایا ہے، اب بہتر یہی ہے کہ ہمارے اور ان کے مابین کچھ عرصہ کے لیے صلح ہو جائے اور قریش ہمیں عرب کے دوسرے قبائل سے نمٹنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں، تاکہ ہم بقیہ عرب کے ساتھ اپنے معاملات طے کر لیں۔ اسی میں خیر ہے، اسی میں ہماری اور ان کی بہتری ہے۔ چنانچہ وہ مزاحمت کا ارادہ ترک کر دیں اور ہمیں پُرامن طور پر عمرہ ادا کرنے دیں۔

حضور ﷺ کے اس پیغام کے ساتھ بُدیل بن ورقہ مکہ پہنچے۔ وہاں ایک بڑی چوپال میں جا کر، جہاں قریش کے بڑے بڑے گھرانوں کے سردار جمع تھے، انہوں نے کہا کہ میں محمد (ﷺ) کی طرف سے ایک پیغام لایا ہوں، اگر آپ حضرات اجازت دیں تو عرض کروں! — انہوں نے یہ انداز شاید اس لیے اختیار کیا ہوگا کہ پہلے یہ اندازہ ہو جائے کہ قریش مکہ کا رجحان کیا ہے! چنانچہ ان میں Hawks (یعنی مشتعل مزاج اور جنگجو لوگوں) نے فوراً کہا کہ ہم نہ تو کوئی بات سننے کے لیے تیار ہیں اور نہ ہمیں اس کی کوئی ضرورت اور حاجت ہے۔ مگر Doves (یعنی صلح پسند افراد) نے کہا کہ نہیں! ہمیں بات سننی چاہیے اور بدیل سے کہا سناؤ کہ محمد (ﷺ) کہتے کیا ہیں! انہوں نے حضور ﷺ کا پیغام من وعن سنا دیا۔

اب قریش نے مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے عروہ بن مسعود ثقفی کو اُن کی اپنی تجویز پر حدیبیہ بھیجا۔ عروہ حضور نبی کریم ﷺ سے ملا اور صحابہ کرام ؓ کی کیفیات کا جائزہ لیا، واپس مکہ جا کر اُس نے قریشی سرداروں کے سامنے جو رپورٹ پیش کی اُس میں مسلمانوں پر نظم وضبط، جوش وخروش اور جان سپاری کا ذکر کیا، اُس نے کہا:

''اے قریش کے لوگو! دیکھو، میں قیصر وکسریٰ کے ایوانوں میں گیا ہوں، میں نے ان کے دربار دیکھے ہیں، ان کا ٹھاٹھ باٹھ دیکھا ہے، لیکن خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو اس کی اپنی قوم میں ایسا محترم نہیں دیکھا جیسا کہ محمد (ﷺ) کو اپنے اصحاب میں دیکھا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو لوگ محمد (ﷺ) کے ساتھ ہیں ان کو جتنی محبت محمد (ﷺ) سے ہے اور جتنی عقیدت وتوقیر اور عزت محمد (ﷺ)

کی ان کے دلوں میں ہے، اور اپنے دین کی جو حمیت اور فدایانہ جذبہ ان کے دلوں میں ہے، وہ مجھے پوری زندگی میں کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ میں نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ جب محمد (ﷺ) وضو کرتے ہیں تو لوگ اُنؐ کے وضو کا پانی تبرک کے طور پر لینے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اگر وہ تھوکتے ہیں یا ان کے دہن سے بلغم نکلتا ہے تو لوگ اسے جھپٹ لیتے ہیں اور اس کو اپنے ہاتھوں اور چہروں پر مل لیتے ہیں۔ یہ محبت میں نے کسی قوم میں اپنے سردار اور قائد حتیٰ کہ کسی بادشاہ تک کے لیے نہیں دیکھی۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ تم ان سے مت بھڑو، ان سے جنگ کا ارادہ ترک کر دو اور مصالحت کر لو۔“

عروہ بن مسعود نے کہا:

”اے قریش کے لوگو! دیکھو، میں قیصر وکسریٰ کے ایوانوں میں گیا ہوں، میں نے ان کے دربار دیکھے ہیں، ان کا ٹھاٹھ باٹھ دیکھا ہے، لیکن خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو اس کی اپنی قوم میں ایسا محترم نہیں دیکھا جیسا کہ محمد (ﷺ) کو اپنے اصحاب میں دیکھا ہے۔“

عروہ کے اس اظہارِ خیال پر وہاں بڑا شور وغوغا ہوا کہ ہم مصالحت کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ہم محمد (ﷺ) کو کسی صورت بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ محمد (ﷺ) کو واپس جانا پڑے گا ورنہ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔

اس کے بعد قریش کے چند مشتعل مزاج (Hawks) لوگ آپؐ کے پاس آئے، لیکن ان کا رویہ مصالحانہ نہیں تھا، بلکہ جارحانہ اور رعب ڈالنے والا تھا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے خود سلسلۂ جنبانی شروع کرنے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو مکہ والوں کے پاس افہام وتفہیم کے لیے بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ سب سے پہلے آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرا خیال ہے آپ مکہ جائیں اور قریش سے مصالحت کی کوشش کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور اب مکہ میں میرا کوئی ایسا رشتہ دار نہیں ہے جس کی امان وحمایت میں میں مکہ میں داخل ہو سکوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے دیکھتے ہی بغیر بات چیت کے قتل کر دیں۔ لہٰذا میں تجویز کرتا ہوں کہ میری بجائے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجئے۔ ان کا قبیلہ بنو امیہ بہت مضبوط ہے۔ ان کے بہت سے قریبی رشتہ دار بھی وہاں موجود ہیں، جن میں سے کسی کی بھی امان وحمایت میں وہ مکہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مکہ جانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ وہ تعمیل حکم میں مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابھی مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ باہر ہی ان کو اپنے چچازاد بھائی ابان بن سعید بن عاص مل گئے۔ انہوں نے آنجناب کو اپنی پناہ اور حمایت میں لے لیا اور اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قریش کے پاس پہنچ گئے۔ گفت وشنید کا سلسلہ دو تین روز تک چلتا رہا، اگرچہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ قریش کسی صورت مصالحت پر آمادہ نہیں ہوئے۔ تاہم انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب جب تم مکہ میں آ ہی گئے ہو تو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ تم کعبہ کا طواف کر لو، لیکن آپؓ نے نبی اکرم ﷺ کی معیت کے بغیر طواف کی یہ پیشکش قبول نہیں فرمائی۔ گفت وشنید میں جو دیر لگی تو اس طرح گویا وہ کیفیت پیدا ہو گئی جسے آج کل کی سیاسی اصطلاح میں ”نظر بندی“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اندریں حالات یہ خبر اڑ گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر جب نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے وہ بیعت لی جو کتب سیر میں ”بیعت رضوان“ کے نام سے مشہور ومعروف ہے اور جس کا ذکر سورۃ الفتح کی آیت 18 میں ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿١٨﴾﴾

”(اے نبیؐ) بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے اور اسے ان کے دلوں کا حال معلوم تھا۔ لہٰذا اس نے ان پر قلبی اطمینان وسکون نازل فرمایا اور انعام میں ان کو فتح قریب بخشی۔“

حدیبیہ کے مقام پر کوئی چھوٹا سا درخت تھا، جس کے سایہ میں نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہو گئے اور وہاں آپؐ نے فرمایا کہ اب ہر مسلمان مجھ سے بیعت کر کے ایک عہد کرے — اس بیعت کے بارے میں دو روایات ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ بیعت علی الموت تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر مسلمان میرے ہاتھ پر موت کی بیعت کرے کہ چاہے ہم سب ہلاک ہو جائیں لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لیے بغیر ہرگز یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔“ دوسری روایت ہے کہ اس بات پر بیعت لی گئی کہ: ”اَنْ لَا نَفِرَّ“ یعنی ہم یہاں سے پیٹھ نہیں موڑیں گے اور راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ بہرحال اس بیعت کا مقصد یہ سامنے آتا ہے کہ کسی حالت پر پیٹھ نہیں دکھانی اور میدانِ جنگ سے جان بچا کر نہیں جانا۔ گویا یہ بیعت علی الموت تھی کہ ہر شخص میدان میں ڈٹا رہے گا، صرف موت ہی اسے اس جنگ سے رستگاری دے سکے گی۔

جب قریش نے ایک طرف یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کسی دھمکی سے مرعوب ہونے والے نہیں ہیں، دوسری طرف ان کے حلیم الطبع اشخاص نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا اور قریش کے سامنے خون ریزی کے ہولناک نتائج رکھے تو بالآخر ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ اگر کوئی مصالحت ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ قریش کو بیعت رضوان کی خبر بھی پہنچ چکی تھی، جس پر ان میں کافی سراسیمگی پھیل گئی تھی۔ اسی لیے انہوں نے سہیل بن عمرو کو اپنی طرف سے نمائندہ بنا کر بھیجا، تاکہ وہ ایسی شرائط پر مصالحت کر لیں جو قریش کے لیے آبرومندانہ ہوں، سبکی کا باعث نہ ہوں۔ سہیل بن عمرو کا شمار ان کے بڑے متحمل اور مدبر سرداروں میں ہوتا تھا۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کو خبر ملی کہ اس مرتبہ سہیل بن عمرو گفتگو کے لیے آئے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے کہ قریش مصالحت پر آمادہ ہو گئے۔

سہیل حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مصالحت کا عندیہ ظاہر کیا۔ گفت وشنید کے بعد جب طے ہوا کہ صلح نامہ تحریر کر لیا جائے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صلح نامہ تحریر (dictate) کرانا شروع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کاتب کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل بن عمرو نے فوراً ٹوک

دیا کہ نہیں! ہم "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے واقف نہیں ہیں، ہم تو ہمیشہ "باسمك اللّٰھم" استعمال کرتے رہے ہیں، لہٰذا یہی الفاظ لکھے جائیں گے، ہم آپ کے الفاظ 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'، تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں —— حضور ﷺ نے فرمایا "ٹھیک ہے، لکھ دو بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ کوئی فرق واقع نہیں ہوتا"۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لکھو کہ "یہ وہ صلح ہے جو محمد رسول اللہ (ﷺ) اور قریش کے مابین منعقد ہوئی۔" سہیل بن عمرو نے فوراً دوسرا اعتراض جڑ دیا کہ "محمد رسول اللہ" کے الفاظ نہیں لکھے جاسکتے۔ اس لیے کہ اسی بناء پر تو ہمارا سارا تنازع ہے۔ ظاہر ہے، صلح نامہ کے نیچے فریقین کے دستخط ہوں گے تو یہ پوری عبارت گویا دونوں کے مابین متفق علیہ ہوگی، اور اس میں اگر آپ ؐ کا نام رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا ہے تو گویا ہم نے آپ کو رسول اللہ مان لیا۔ پھر تو ہمارے اور آپ کے مابین کوئی جھگڑا اور کوئی تنازعہ ہی باقی نہ رہا۔ پھر صلح کا کیا سوال! پس آپ ؐ کے نام کے لیے "رسول اللہ" نہیں لکھا جائے گا۔" سہیل بن عمرو کے اس اعتراض سے اندازہ ہوتا ہے وہ کتنے ذہین اور مدبر شخص تھے —— نبی اکرم ﷺ نے اس اعتراض پر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تم مانو یا نہ مانو، میں اللہ کا رسول ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "علی! محمد رسول اللہ کے الفاظ مٹا دو اور اس کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھ دو۔" (ﷺ)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ "حضور ﷺ! یہ کام میں نہیں کرسکتا"۔ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت علیؓ اس موقع پر نبی اکرم ﷺ کی حکم عدولی کر رہے ہیں حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ کے الفاظ مٹا دو اور وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نہیں مٹا سکتا۔ مگر ایسا ہرگز نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ تو حضور ﷺ کا نام لکھنے کے بعد اسے مٹانا سُوءِ ادب خیال کرتے تھے۔ بہرحال حضور ﷺ نے پھر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کہاں ہیں وہ الفاظ؟ کیونکہ آپ ؐ تو اُمّی تھے۔ دنیوی طور پر لکھنا پڑھنا آپ ؐ نے نہیں سیکھا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ مقام بتایا اور حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے وہ الفاظ مٹا دیے۔ پھر وہاں لکھا گیا کہ یہ معاہدہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب اور قریش کے مابین طے پایا۔ (جاری ہے)

☆☆☆

بقیہ: قادیانی کے لئے دعائے مغفرت!

مومنوں کو کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جبکہ ان پر یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی لوگ ہیں۔"

(ترجمہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ "آسان ترجمہ قرآن" صفحہ 610)

الطاف حسین کے مرزا مسرور احمد کی والدہ ناصرہ بیگم کی موت پر اس انداز میں اظہارِ افسوس پر جیسے کوئی بزرگ مسلمان خاتون وفات پا گئی ہیں ملک بھر میں شدید ردِ عمل ہوا۔ جامعہ بنوریہ عالمیہ کراچی کے مہتمم مولانا مفتی محمد نعیم نے اس کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ "الطاف حسین کی جانب سے مرزا مسرور قادیانی کی والدہ کے انتقال پر ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا غیر شرعی اقدام ہے"۔ متحدہ تحریک ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے کہا ہے کہ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کی والدہ ناصرہ بیگم کے انتقال پر جس انداز میں تعزیت وافسوس اور دعا کا اہتمام کیا ہے یہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان کا شعار نہیں ہوسکتا۔ الطاف حسین ہر کچھ عرصے بعد اس قسم کی گفتگو شروع کر دیتے ہیں جو جناب نبی کریم ﷺ کی ختمِ نبوت کے دشمنوں کی تائید میں ہوتی ہے اور امت مسلمہ کے چودہ سو سالہ متفقہ عقائد کو رد کرنے کے مترادف ہے!

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اکتوبر کا شمارہ شائع ہو گیا ہے

اہم مضامین

تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ!	ایوب بیگ مرزا
اولیاء کرامؒ اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ	کرن رفیق
نماز باجماعت میں صف بندی کا نظام	حافظ محمد زاہد
نبی اکرم ﷺ کے بعض اعضاءِ مبارکہ کا قرآن حکیم میں تذکرہ	حافظ محمد مشتاق ربانی
جاہلی تعلیمی اداروں میں 'سیرت' اور 'تاریخ اسلام' کا مضمون	محمد قطب
نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی	صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی
21 دسمبر 2012ء	حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا "بیانُ القرآن" تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

فون: 3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

وھن، ضعف اور استکانت

حافظ محمد مشتاق ربانی

جہاد فی سبیل اللہ مسلمانوں کی زندگی کا جزولاینفک ہے۔حق کی حمایت میں لڑنا ان کا شیوہ ہے۔وہ راہ حق میں مصیبتوں اور تکلیفوں سے نہیں گھبراتے۔اسی طرح وہ کفار اور اہل باطل کی قوت وطاقت کی وجہ سے کسی طرح کی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرتے۔شکست وہزیمت قبول کرنا سچے مسلمانوں کے لیے ہرگز ممکن نہیں ہے۔اسی بات کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ○﴾

(آل عمران:146)

’’اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اکثر اہل اللہ (اللہ کے دشمنوں سے) لڑے ہیں۔ جو مصیبتیں ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں،ان کے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی دکھائی اور نہ (کافروں سے) دبے اور اللہ استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔‘‘

اس آیت میں تین امور وھن، ضعف اور استکانت کا ذکر ہے۔ان تینوں امور میں تدریج دکھائی دیتی ہے۔ان تینوں الفاظ کا مختصر مفہوم حسب ذیل ہے۔

وھن: کم ہمتی

اس لفظ کی وضاحت ہمیں حدیث نبویؐ سے ملتی ہے۔آپؐ سے جب ’’وھن‘‘ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ((حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ)) (ابوداؤد) یعنی ’’وھن دنیا کی محبت اور موت سے بےزاری کا نام ہے۔‘‘ جب انسان میں وھن پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا نتیجہ کم ہمتی ہی نکلتا ہے۔لیکن اہل ایمان کو جب اللہ کے راستے میں مصائب سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ ہر طرح کی جسمانی اور اخلاقی کمزوریوں سے دور رہتے ہیں اور بڑی عزیمت اور جوانمردی سے ان کو اللہ کی رضا کی خاطر جھیلتے ہیں۔مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے: ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○﴾ (آل عمران:139) ’’اور بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مؤمن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔‘‘

ضعف: کمزوری

یہ لفظ ’’القوۃ‘‘ کے مقابلے میں آتا ہے۔ضعف کی ض پر ضمہ (ُ) ہو تو اس میں جسمانی کمزوری کا مفہوم ہوتا ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ﴾ (الروم:54) ’’اور اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا۔‘‘ اور اگر ضعف کی ض پر فتحہ (َ) ہو تو وہ جسم، رائے اور عقل ہر طرح کی کمزوری پر محیط ہے۔اسلام میں کمزوری کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔حدیث نبویؐ ہے: ((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ)) (صحیح مسلم) ’’طاقتور مومن کمزور مومن سے درجہ میں بہتر اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر ہے۔اسی طرح آپ دیکھیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو جب اپنے مہمانوں (جو حقیقت میں فرشتے تھے) کے بارے میں سمجھایا کہ ان کے بارے میں برا ارادہ نہ رکھیں اور قوم کے بداطوار لوگ سمجھانے سے بھی رکنے والے دکھائی نہ دیے تو حضرت لوط علیہ السلام نے حسرت اور آرزو ظاہر کی ﴿قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ○﴾ (ھود:80) ’’(لوط نے) کہا،اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا کسی مضبوط قلعے میں پناہ پکڑ سکتا۔‘‘ معلوم ہوا کہ دین میں طاقت اور قوت کی بڑی اہمیت ہے اور اہل ایمان کو مسلسل اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرتے رہنا چاہیے۔

استکانت: کمزوری وعاجزی کا اظہار:

استکانت باب استفعال کا مصدر ہے۔اس کا معنی بھی کمزوری وعاجزی کا اظہار ہے۔یہ وصف اپنے رب کے سامنے تو ہونا چاہیے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ○﴾ (المومنون:76) ’’اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تو بھی انہوں نے اپنے رب کے آگے عاجزی نہ کی اور وہ عاجزی کرتے ہی نہیں۔‘‘ لیکن اِس عاجزی وکمزوری کا اظہار کفار اور مشرکین کے سامنے ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ایسا کرنے سے دین اسلام پر حرف آتا ہے۔

وھن، ضعف اور استکانت تینوں حالتیں ایک دوسرے کا نتیجہ ہیں۔زندگی سے پیار اور موت کے ڈر کی وجہ سے انسان میں جو کم ہمتی پیدا ہو جاتی ہے وہ وھن ہے۔اس وھن سے انسان کے عمل میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔اس ضعف کا نتیجہ استکانت ہے، جو کفار کے سامنے اپنی عاجزی وکمزوری کا اظہار ہے۔

یہ تینوں امور جس آیت میں وارد ہوئے ہیں، وہ آیت سورۃ آل عمران کی ہے اور سورۃ آل عمران میں غزوۂ احد کا تذکرہ تفصیل سے آیا ہے۔اس غزوہ کے پہلے راؤنڈ میں مسلمانوں کو واضح طور پر فتح نصیب ہوئی، لیکن دوسرے راؤنڈ میں مسلمانوں کو ظاہری طور پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔مسلمان زخموں سے چور ہو گئے۔بہت سے صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے، یہاں تک کہ خود نبی مکرم ﷺ بھی شدید زخمی ہوئے۔اس نازک حالت میں بھی نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے ساتھی تینوں امور سے پاک رہے بلکہ ان کی بجائے عزیمت، قوت اور اقدام کا مظاہرہ کیا۔آپؐ نے زخموں سے نڈھال صحابہ کرامؓ سے کفار کا تعاقب کرنے کے لیے کہا تو تمام صحابہ کرامؓ فوراً تیار ہو گئے اور انہوں نے حمراء الاسد تک کفار کا تعاقب کیا اور اُن میں کسی وھن، ضعف اور استکانت کا شائبہ تک نظر نہیں آیا۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیت 172 میں ان لوگوں کی مدح بیان کی کہ

﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○﴾

’’جنہوں نے باوجود زخم کھانے کے اللہ اور رسول (کے حکم) کو قبول کیا۔ جو لوگ ان میں نیکوکار اور

پرہیزگار ہیں ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔"

نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں نے جب کفار کے تعاقب کا عزم کر لیا تو کفار کی طرف سے آپ کو پیغام موصول ہوا کہ وہ پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کرنے والے ہیں اور مسلمانوں کو بالکل ملیامیٹ کر دیں گے، اس خبر کو سن کر مسلمانوں کے حوصلے پست نہ ہوئے بلکہ اور بڑھے۔ سورۃ آل عمران کی آیات 173، 174 میں ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ○﴾

"جب ان سے لوگوں نے آ کر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کے ساتھ واپس آئے۔ ان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا اور وہ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔"

غزوۂ احد میں مسلمانوں کے اس تابناک کردار کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو دیکھیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (المائدہ:21) "اے میری قوم! تم ارض مقدس (یعنی ملک شام) میں داخل ہو جاؤ جسے اللہ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے۔" تو قوم نے واضح طور پر وھن، ضعف اور استکانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا: ﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ○﴾ (المائدہ:22) "اے موسیٰ علیہ السلام! وہاں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور جب تک وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں ہم وہاں نہیں جا سکتے۔ ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم داخل ہوں گے۔" انہوں نے مزید کہا: ﴿قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○﴾ (المائدہ:24) "اے موسیٰ علیہ السلام! جب تک وہ لوگ وہاں ہیں، ہم کبھی وہاں نہیں جا سکتے (اگر لڑنا ہی ضرور ہے) تو تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو۔ ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔" اسی استکانت کی قوم کو یہ سزا ملی کہ وہ چالیس برس وادی تیہ میں بیکار زندگی گزارتے رہے۔ پھر بنی اسرائیل کی تاریخ نے کروٹ لی اور پھر وہ وقت بھی آیا جب طالوت (مسلمان) اور جالوت (کافر) کی جنگ ہوئی اور طالوت کے سپاہی اپنی مقدور بھر طاقت کے ساتھ یہ دعا پڑھتے ہوئے دشمن سے نبرد آزما ہوئے: ﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○﴾ (البقرۃ:250) "اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں صبر کو انڈیل دے، اور ہمارے قدم جمائے رکھ اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔" اس عزیمت اور حوصلے کا یہ فائدہ ہوا کہ انہوں نے جالوت کے لشکر کو شکست دی اور جالوت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس موقع پر وہ دشمن کے مقابلے میں قلیل تھے لیکن انہوں نے وھن کے مقابلے میں حوصلے اور بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے وہ دشمن پر غالب آ گئے۔

ضعف اور استکانت کے بارے میں پڑھتے ہوئے اس طرف خیال نہ جائے کہ (نعوذ باللہ) صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کی جانب سے انہی امور کا مظاہرہ ہوا۔ اس سلسلے میں واضح رہے کہ وہ اسلامی تحریک کی ایک حکمت عملی تھی جو نبی اکرم ﷺ نے اللہ کے حکم سے اپنائی اور اسی بنا پر بعض ناموافق شرائط کو بھی قبول کر لیا گیا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کی جدوجہد میں اضافہ ہوا اور ان کے لیے وہ صلح کامیابی اور فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ لہٰذا یاد رہے کہ مسلمانوں نے اس صلح سے اپنے موقف سے سرمو انحراف نہ کیا بلکہ ثابت قدمی اور صبر کا مظاہرہ کیا جس کی بنا پر اللہ نے اس صلح کو فتح مبین قرار دیا۔

ہمیں چاہیے کہ صبر اور حوصلے سے آگے بڑھیں۔ کفار کے سامنے گھٹنے ٹیکنا چھوڑ دیں۔ ہم سے کوئی عمل ایسا سرزد نہ ہو جو مسلمانوں کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہو اور مسلمان اس عار سے جھک جائیں۔ فتح و کامیابی اہل ایمان کا مقدر ہے۔ ان حالات میں ہمیں دشمن کے ساتھ پنجہ آزمائی اور جہاد کرتے ہوئے یہ دعا مسلسل کرتے رہنا چاہیے: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○﴾ (آل عمران:147) "اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو ہم اپنے کاموں میں کرتے رہے ہیں، معاف فرما، اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت کر۔" یہ قرآنی دعا وھن، ضعف اور استکانت کا علاج ہے۔ یہ دعا سورۃ آل عمران کی آیت 147 میں ہے، جبکہ وہ امور اس سے پچھلی آیت میں بیان ہوئے ہیں۔

آج ہم کفار سے کیوں خوفزدہ ہیں اور ہمارے حکمران کیوں لرزہ براندام ہیں اس لیے کہ قوم اور لیڈران وھن اور ضعف کے مرض میں مبتلا ہیں۔ اگر ہم اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی غلامی اختیار کر کے حقیقی مومن بن جائیں تو قرآن حکیم ہمیں یقین دہانی کراتا ہے کہ کوئی ہم پر غالب نہیں آ سکتا اور اللہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

امیر حلقہ پنجاب شرقی کے مشیر محمد منیر احمد کی والدہ علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی اُن کے لیے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

((اللّٰھم اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءك شفاء لا یغادر سقمًا))

دعائے مغفرت کی اپیل

منفرد رفیق تنظیم بوریوالہ حلقہ پنجاب شرقی دین محمد انتقال کر گئے

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔ قارئین و رفقاء سے بھی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

ملتان کی رہائشی 33 سالہ خلع یافتہ خاتون، تعلیم ایف اے کے لیے دینی مزاج کے حامل شخص کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-7322344

معمارِ پاکستان نے کہا

مسلمانوں کو ایک فرد واحد کی طرح رکھنے والی چیز کیا ہے؟ وہ کون سی چٹان اور کون سا لنگر ہے؟ وہ اسلام ہے، عظیم کتاب قرآن مجید ہے۔ یہ مسلم انڈیا کے جہاز کا لنگر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم جوں جوں آگے بڑھیں گے ہماری وحدت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوتا جائے گا۔

(دسمبر 1943ء میں مسلم لیگ کے اجلاس کراچی کے اختتام پر قائد اعظم کا پیغام)

حصولِ علم: فریضۂ مسلم

سید محمد افتخار احمد

یہ مقولہ کہ لاعلمی ایک نعمت ہے، حیوانی زندگی ہی کے لیے ہوسکتا ہے۔ انسانی زندگی کے لیے لاعلمی نعمت نہیں زحمت ہے۔ ایک مسلمان کی عملی زندگی میں علم و حکمت ہی کارآمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے دن ہی حضرت آدم علیہ السلام کو علم عطا فرما دیا تھا، جس پر انہیں فرشتوں پر برتری عطا کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو چرند پرند اور جنات پر حکومت عطا کی، انہیں علم وحکمت کی دولت سے بھی مالا مال کیا۔ چنانچہ انہوں نے حکیمانہ انداز سے حکومت کی۔ ہمارے نبی مکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ بہت سے لوگ اس حدیث مبارک کو بہانہ بنا کر اپنی اولاد کو بہترین تعلیم دلانے کے لیے پرائیویٹ اسکولوں، مشنری اسکولوں اور بیرون ملک یورپی یونیورسٹیوں میں بھیجتے ہیں، چاہے اس کے لیے انہیں سود پر قرض ہی حاصل کرنا پڑے۔ ظاہر ہے، سیکولر نظریہ کے تحت حرام وحلال کی تمیز ہی نہیں رہی۔ اِن لوگوں نے اسلام کا نہ تو خود علم حاصل کیا، نہ اپنی اولاد کے بارے سوچا۔ کیا نبی اکرم ﷺ نے ایسے علم کے حصول کو ہم پر فرض کیا تھا؟ کیا حصول علم کے لیے ہمیں سودی قرضوں کی اجازت دی گئی ہے؟ حضور ﷺ کی درج ذیل احادیث مبارکہ کا مطالعہ کریں۔ آپ پر واضح ہوجائے گا کہ مذکورہ حدیث میں جس علم کی فرضیت کا ذکر ہے اِس سے مراد کون ساعلم ہے جو ایک مسلمان کو حاصل کرنا چاہیے۔

o عَنْ مُعَاوِيَةَ ؓ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
((مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ)) (متفق علیہ)

حضرت معاویہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین (اسلام) کی سمجھ عطا کرتا ہے اور بلاشبہ میں علم کو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ ہی (علم میں فہم) عطا کرتا ہے۔“

o عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
((تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّيْ مَقْبُوْضٌ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فرائض اور قرآن کا علم حاصل کرو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دو۔ بلاشبہ میں فوت ہونے والا ہوں۔“

o عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
((يُوْشِكُ اَنْ يَّضْرِبَ النَّاسُ اَكْبَادَ الْاِبِلِ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ، فَلَا يَجِدُوْنَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قریب ہے کہ لوگ اونٹوں کے جگر ماریں گے (یعنی سفر کریں گے) وہ علم طلب کریں گے (لیکن) مدینہ کے عالم سے زیادہ علم والا کسی کو نہ پائیں گے۔“

o وَعَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
((مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ)) (رواہ الترمذی، داری)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص علم کی تلاش میں نکلا وہ واپس آنے تک اللہ کے راستے میں ہے۔“

o عَنْ سَخْبَرَةَ الْاَزْدِيِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِّمَا مَضٰى)) (رواہ الترمذی، داری)

حضرت سخبرہ ازدی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے علم (شرعی) کو پڑھا تو علم کا پڑھنا اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہوگا۔“

o عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:
((مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهٗ ثُمَّ كَتَمَهٗ، اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ)) (رواہ احمد، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص سے علم کی بات دریافت کی گئی اور اس نے اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔“

o عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وَالْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ: اٰيَةٌ مُّحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ، وَمَا كَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ)) (رواہ ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”علم (دین) تین ہیں۔ محکم آیات، احادیث صحیحہ اور عادلانہ علم الفرائض اور ان کے علاوہ سبھی علوم زائد ہیں۔“

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

ان احادیث میں حضور ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ دین کا علم سب پر مقدم ہے۔ لہٰذا ہمیں سب سے پہلے یہ علم حاصل کرنا چاہیے۔ بقیہ علوم اگر خلاف اسلام نہ ہوں تو انہیں حاصل کرنے میں اگرچہ کوئی حرج یا مذائقہ نہیں لیکن یہ بات ہروقت ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ علوم ہمیں صرف اس دنیا میں فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ البتہ یہ دنیوی علوم اگر انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کیے جائیں تو ایمان کے حامل شخص یا گروہ کے لیے آخرت میں صرف اسی صورت میں مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے اسماء وصفات کا علم حاصل کرنا ہے۔ اس کے بعد ایمان یعنی عقیدہ، عبادات، فقہ، معاملات وغیرہ کا علم، اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کا علم، اس کی تلاوت و قراءت، معانی، مطالب، حفظ وغیرہ۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کا علم۔ اس کے بعد سیرت مطہرہ ﷺ اور صحابہ ؓ کی زندگی کے حالات، ان کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت، ان کی بہادری بذریعہ جہاد وقتال اور ان کا عدل وانصاف وغیرہ۔ ان کی تقلید ومحبت میں اپنی زندگی کو ان کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش۔

والدین کا فرض ہے کہ وہ یہ سب کچھ اپنے بچوں

(باقی صفحہ 15 پر)

حقوق نسواں کے علمبردار

یورپ کا سیکولرازم مسلم خاتون سے خوفزدہ کیوں؟

طارق محمود

آج کے تعلیم وترقی کے دور میں سیکولرازم اپنے گردو پیش سمیت بحران کا شکار ہے۔ ان خیالات کا اظہار آلیویر رائے جو ایک تجزیہ کار ہیں اور فرانس کے متعلق گہری نگاہ رکھتے ہیں نے ''سیکولر ریاست کے بحران'' کے موضوع پر لکھے اپنے مضمون میں کیا۔ پھر بھی یہ ایک غیر نشان زدہ کردار یا آواز ہے جو یہ بتانے سے قاصر ہے کہ مغربی یورپ میں کیا ہو رہا ہے۔ مغربی یورپ کا ہر ملک ایک سیکولر ریاست ہے لیکن ہر ایک کے نزدیک سیکولر ہونے کے اپنے معنی ہیں۔ انہوں نے یہاں پر تاریخی طور پر سیکولرازم کے دو تاریخی معیار بنا رکھے ہیں۔ جس میں ایک کا بنیادی اور ایک اس سے کم معیار کا کردار ہے۔ ان میں دوسرا معیار فرانس میں اپنا وجود رکھتا ہے، جس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو روحانی طور پر مذہبی دائرے میں ہونے کی آزادی ہو اور مذہبی تنظیموں کو ریاست اپنے مفادات کے مطابق نگرانی میں رکھے۔ جبکہ مرکزی مغربی یورپ، جسے ہم جدید سیکولر بھی کہتے ہیں، ان کے نزدیک مذہب کو لوگوں اور قوم کے فائدے کے لیے لیا جاتا ہے اور منظم کیا جاتا ہے۔ اس کے سارے پہلو دیکھ کر ان معاملات کو چلایا جاتا ہے حتیٰ کہ چرچ بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ اس میں معاشی، سیاسی، ماحولیاتی اور سماجی وغیرہ تمام چیزوں کے فائدہ کے لیے مذہب کا استعمال کیا جاتا ہے۔

مغربی یورپ اکثر تاریخی عوامی چرچوں اور سیاسی سیکولرسٹوں کے درمیان اکھاڑ پچھاڑ کا مظاہرہ کرتا رہا، یہ عمل انیسویں بیسویں صدی کے دوران شروع ہوا اور اس میں خاص طور پر پروٹسٹنٹ کی زیادہ تر سوسائٹیوں نے کردار ادا کیا۔ ان میں کبھی کوئی زیادہ پیچیدہ مسئلہ نہیں ہوا اور یہ کام آپس میں بہت سمجھوتے کر کے وقوع پذیر ہوا۔ اس سمجھوتے ہی کی وجہ سے بہت سے چرچ قائم رہے اور ریاست کی مذہبی علامت کو ظاہر کرتے رہے، لیکن ان کے عوامی اور سیاسی کردار کو آہستہ آہستہ ختم کر دیا گیا۔ 1960ء کے عشرے سے صدی کے آخر تک سیکولروں کی حمایت میں خاص طور پر رائے بنانے کے لیے اور سیاسی کردار بڑھانے کے لیے پرزور تحریک چلتی رہی۔ 1960ء کے عشرے میں مغربی یورپ میں اس کلچرل انقلاب کو قبول کر لیا گیا۔ مثال کے طور پر ہالینڈ میں ریاست کا باہمی انتظام جو کیتھولک اور پروٹسٹنٹ پر پھیلا ہوا تھا، انیسویں صدی میں ضم ہو گیا اور بیسویں صدی کے نصف تک بڑی تیزی سے زمین بوس ہو چکا اور باقاعدہ طور پر 1983ء میں اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔ لیتھرین چرچ 2000ء میں سویڈن میں غیر فعال ہو گیا۔ یہی حال لندن میں ''چرچ آف انگلینڈ'' کے ساتھ ہوا۔ یہ 1990ء کے عشرے میں کونے سے لگ گیا۔ اٹلی، سپین، پرتگال اور آئرلینڈ 1980ء اور 1990ء کے عشرے میں بڑی تیزی سے سیکولرازم کے آگے گھٹنے ٹیک چکے تھے۔

اب یہاں مذہبی تقریبات و خدمات عیسائی عقیدے اور عبادات سیکولرازم کے پھیلنے یا نہ پھیلنے پر اثر انداز نہیں ہو رہے ہیں، اب خواہ اس مذہب کو تبدیل کر کے کوئی اور مذہبی عبادات لے آئیں یا سیاسی ادارے یا حکومت اس کے لیے اصلاحات لے آئیں مذہبی اداروں کو بانجھ کر دیا گیا۔ اب یہاں سیاسی سیکولرازم کے کوئی مدمقابل نہیں ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو اب نئی آنے والی نسلیں اپنے مذہب سے بیگانہ اور سیکولرازم کے سیاسی پرچار سے دوچار ہو گئی ہیں۔ صرف مسلمان ہی وہ قوم ہیں جو اس سارے ماحول میں اپنی شناخت کسی نہ کسی طرح قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اب سیکولرازم کے بحران پر ایک لہر اٹھتی ہوئی پائی جارہی ہے۔ پاؤ ٹال تحریک جو 1988ء سے 1989ء تک چلی، اس تحریک نے سیکولرازم کے بحران کے بارے میں دو نشانیاں ظاہر کر دیں۔ اس نے قومی اور بین الاقوامی طور پر طوفان برپا کیا اور متحرک سیاسی ترقی کو متعارف کروایا جو کہ واپسی کا راستہ نہ رکھتی تھی اور اس نے مغربی یورپ کے سیکولرازم میں مسلمانوں کی موجودگی میں دو متضاد راستے ظاہر کیے۔ جن واقعات پر باقاعدہ احتجاجی ردعمل سامنے آیا وہ برطانیہ میں سلمان رشدی کی متنازعہ (گستاخانہ) کتاب اور فرانس میں ایک سکول کے سربراہ کی طرف سے تین مسلمان بچیوں کو سکارف لینے کی بنا پر سکول میں داخلے کی اجازت نہ دینا تھا۔ گستاخانہ عمل برطانیہ میں قابل گرفت نہیں تھے، اس لیے مسلمانوں کی مہم ناکام ہو گئی۔ دوسری طرف مختلف قسم کے جمہوری ماحول کے نتیجے میں مسلمانوں نے نئی راہ اپنائی۔ مسلم کونسل آف برٹین بنائی اور یہ اپنے ایجنڈے کو پورے کرنے میں بڑی کامیاب رہی۔ 2001ء میں اس نے بڑی کامیابی یہ حاصل کی کہ اس کونسل نے اپنے آپ کو علیحدہ مذہب اور شناخت کے طور پر حکومت، ذرائع ابلاغ، سول سوسائٹی کی حیثیت میں متعارف کروالیا۔ اس کے علاوہ جن دو مقاصد میں مزید یہ کامیاب ہوئی وہ ریاست کی طرف سے مسلم سکولوں کو فنڈنگ تھی جیسے عیسائیت اور یہودیوں کے سکولوں کو امداد ملتی ہے۔ 2001ء میں مذہب کے بارے میں سوال کو بھی مردم شماری میں داخل کروالیا۔ وزارتی اور سول سروسز میں بھی اپنے آپ کو خدمات سرانجام دینے کا اہل قرار دلوالیا۔ یوں سمجھ لینا چاہیے کہ اس طرز سے نسل، ذات اور رنگ کے بجائے مسلمانوں نے پالیسیز میں اپنے آپ کو متعارف کروادیا۔ اب مسلم کونسل کی کوشش ہے کہ وہ ایک ایسا قانونی تحفظ حاصل کرلیں جس کے ذریعے وہ یورپی یونین میں مذہبی تفریق سے بچ سکیں اور اس میں ایک ایسا قانون بھی شامل ہو جو مذہبی منافرت، اور مذہبی دل آزاری کو ممنوع قرار دے۔ 89-1988ء میں اس راستے پر ہونے والی ترقی کا یہ عکس تھا۔ اس میں اقلیتی گروپ متحرک تھے اور ان گروہوں نے مذہبی تناظر میں اپنے آپ کو آگے بڑھایا اور اپنے حق میں پالیسیاں بنوائی۔ اس مہم کے آغاز میں ملک کی اکثریت جس میں میڈیا، عوامی دانشور، سیاستدان اور عوامی رائے بنانے والے لوگ شامل

تھے، مسلمانوں کے خلاف تھے اور اس لٹریچر کے حق میں تھے جس نے طالبات کو سکول میں سکارف لینے کی اجازت نہیں دی تھی۔ مسلمان اس صورتِ حال میں بھی نہ تھے کہ وہ اس غالب رائے کو تشہیری تنظیمی سطح پر یا عالمی سطح پر مسلمانوں کو اپیل کر کے بدل سکتے۔ برطانیہ میں پہلے ہی وہ سلمان رشدی کے ناول کو بادل نخواستہ برداشت کر رہے تھے۔ یوں فروری 2004ء میں سر کے سکارف پر پارلیمنٹ میں بل منظور ہو گیا۔ اس کے کچھ سال بعد سیکولرسٹوں کا ہدف برقعہ اور نقاب تھے، لیکن عدالت نے اس کو رد کر دیا اور یوں فرانسیسی مسلمان عورتوں کو ایک جیت ملی۔ جبکہ بعد میں یہ اپریل 2011ء میں عوامی جگہوں پر ممنوع قرار دے دیا گیا۔ جولائی 2011ء میں بیلجیم نے اس کی پیروی کی اور اٹلی اس عمل سے گزر رہا ہے۔ اس طرح کے خیالات مغربی یورپ کی مختلف سیاسی پارٹیوں اور حکومتوں میں گردش کر رہے ہیں۔

اس مسلم دشمن اتحاد کی ایک اور مثال 2009ء میں سوئٹزرلینڈ میں ہونے والے اس ریفرنڈم کی بھی ہے جس میں انہوں نے مسجدوں کو شناخت بنانے کی ممانعت کر دی۔ اس اسلام مخالف اتحاد کے لوگ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ ان کا کام انفرادیت کی سطح پر ہے۔ ان کا بنیادی کام عورتوں کے بنیادی حقوق کو اجاگر کرنا ہے۔ خاص کر ان میں جو یہ محسوس کریں کہ اسلام غیر ملکی ہے جن کو اسلام سے کوئی مسئلہ نہیں لیکن وہ مسلمانوں کو قبول کرنے پر راضی بھی نہیں ہیں۔ بظاہر ان کو اسلام سے کوئی خطرہ بھی نہیں، لیکن وہ اسلام کو مداخلت کار تصور کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ وقت سے پہلے ہی پیشین گوئی کر کے اس سے خوف کھا رہے ہیں کہ یہ اپنے اثرات بہت جلدی بڑھا لے گا حالانکہ اس طرز کے خیالات رکھنے والے لوگوں میں بڑی تعداد ان کی بھی شامل ہے جو چرچ اور ریاست کے متعلق کوئی نقطۂ نظر نہیں رکھتے لیکن مسلمانوں کے متعلق تشدد پسندانہ ماحول بنا رہے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ موجودہ چیلنج سیکولرازم کے لیے مغربی یورپ میں بھی درپیش ہے۔ یہ اس طرز پر نہیں کہ جو ملٹی کلچرازم سے نمو پذیر ہو بلکہ مسلمانوں کی وہ سادگی اور شرافت کی وہ پرانی کہانیاں ہیں اور یہ موجودہ ماحول میں نظر بھی آ رہی ہیں جس کو اسلام فوبیا کے تناظر میں دیکھا جا رہا ہے۔ یہ زیادہ تر سیکولرازم کے لیے غیر متعلقہ سوال ہے۔

جب ملٹی کلچرازم کا فریم ورک ہو تو تب سیکولرازم کا بحران سمجھ میں آتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملٹی کلچرازم کے کچھ لمحوں کے لیے چند وکالت کرنے والے مل سکتے ہیں لیکن یہ اصطلاح بری طرح ناکارہ ہو چکی ہے۔ اس خطے کے سینئر سیاستدانوں کے نزدیک یہ اصطلاح مردہ ہو گئی ہے۔ مسلمانوں نے اس تحریک کو بعد میں منتخب کیا، لیکن اس کے باوجود اس میں اپنی موجودگی کو رکھنے میں کامیاب ٹھہرے۔ جبکہ سیکولر اور عیسائی اس کو قائم نہ رکھ سکے۔ میرے نزدیک اس کو ملٹی کلچرل ازم کے بجائے اندرونی تبدیلی کہیں گے۔ ہم نہ صرف اندرونی تبدیلی کی آئے روز بات کر رہے ہیں بلکہ یہ ایک ادارے کی تزئین نو اور مخصوص ابھرتی ہوئی نشانی بن گئی۔ اگر یہ ایشو مردہ ہو چکا ہے تو پھر ہمیں عوامی مذہب یا مسلمانوں اور اسلام کے نفوذ کے بارے میں ہونے والی گفتگوؤں کے بارے میں بحث کو چھوڑ دینا چاہیے۔ کرشماتی تبدیلی مغربی یورپ میں نہ تو تاریخی مذہب سے رابطہ رکھتی ہے اور نہ یہ تاریخی سیکولرازم سے، بلکہ اس کا انوکھا پن یہ ہے کہ اگر یہ عیسائیت یا سیکولرازم پر نافذ کی جائے تو اس کا الٹا ردِ عمل ہوتا ہے اور نہ ہی یہ پنپ سکے گی، اس لیے میں اور بھی اعتراف کرتا ہوں کہ مغربی یورپ میں سنجیدہ ملٹی کلچرل ازم کا ماحول موجود ہے جو کہ مسلمانوں کے ساتھ افہام و تفہیم کے ساتھ ہی پنپ سکتا ہے نہ کہ ان کو اپنے آپ سے علیحدہ کر کے۔

سیاسی سیکولرازم کا دھڑن تختہ ہو چکا ہے اور خاص طور پر تاریخی بہاؤ پر یہ نئے سے نئے سیکولرازم کے طور پر تشکیل پا رہا ہے اور توقع کی جا سکتی ہے کہ مسلمان اس تغیر کے نتیجے میں ابھر جائیں۔

یہ بالکل سچ ہے کہ ریاست کے لیے ریڈیکل سیکولرازم کے نظریہ کے طور پر چیلنج موجود ہے۔ بہت سارے سماجی اور سیاسی نظریات اس خیال کے لیے ہمدردی کا پہلو رکھتے ہیں۔ فرانس میں اس مثال کو دیکھا جائے۔

ملٹی کلچرازم کے لیے سیکولرازم کا بحران ایک حقیقی چیلنج ہے اور سیاسی سیکولر یہ سوچ رہے ہیں کہ اس کے پروگرام اور اس کے ادارے کی ساکھ کو کیسے بچایا جائے؟

(مضمون نگار فار دی سٹڈی آف اتھنسٹی اینڈ سٹی زن شپ، یونیورسٹی آف برسٹل برطانیہ کے ڈائریکٹر ہیں)

☆☆☆

النصر لیب
An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام، کلرڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکوکارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کر دی گئی ہے۔

خصوصی پیشکش

مکمل میڈیکل چیک اپ

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکیج پر نہیں ہوگا۔

نوٹ لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85
Mob: 0300-8400944, 0301-8413933 E-mail: info@alnasarlab.com

responsibility for one's state is a coping mechanism, and the flip side of denying responsibility is to deny to oneself the power and ability to change things. Conspiracy theories are born out of the sense of helplessness. This does not mean that the powerful few do not sit behind doors to unjustly deprive the "have-nots" or conspire to veil the truth and mislead the common people, but that conspiracies are never more than a sideshow in the real scheme of things. People who try can always understand the real strengths and weaknesses of the tyrants and can do something about it.

What we have witnessed in the Arab World in the last few months is the rejection of the conspiracy theory mentality of their parents by the young Muslims. It was impossible to argue with a conspiracy theorist generation, because every fact could be explained as a game of perceptions or design of the powerful enemies who never fail. These young Muslims have simply ended the argument and shown that "Yes, we can". The greatest powers in the world who backed these dictators could do nothing when people believed in their rights, agreed on them, and cooperated with each other in raising their voice.

These young Muslims have simply proved yet again the truth of Allah's words:

> "Indeed, Allah does not change the state of a people unless they change what is within themselves." [13:11]

(*Concluded; Courtesy: "Al-Jumuah"*)

بقیہ: حصولِ علم: فریضۂ مسلم

کو سکھائیں۔ یہ ہے وہ علم جس کو حضور ﷺ نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا۔ جب بچہ یہ سب کچھ سیکھ لے تو دنیوی علوم کی باری آتی ہے۔ پھر ڈاکٹری کا علم حاصل کریں یا انجینئرنگ کا، جدید ٹیکنالوجی، وکالت یا سیاست کا، جب دنیوی علوم دین کے تابع رہیں گے تو ان سے گمراہی کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ کیا قرونِ اولیٰ میں مسلمان ڈاکٹر، انجینئر اور سائنسدان موجود نہ تھے؟ کیا مسلمان حکومتیں قائم نہ تھیں؟ کیا عدالتیں اپنا کام نہیں کر رہی تھیں؟ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں بحسن وخوبی ہو رہا تھا۔ آخرت بھی سنور رہی تھی اور دنیا بھی کمائی جا رہی تھی۔ بلکہ دنیا بہتر طور پر کمائی جا رہی تھی۔ آج کی مانند نہ کوئی غریب تھا، نہ بھوکا ننگا۔

تذکرۂ بانی تنظیم

ڈاکٹر اسرار احمدؒ سچے عاشقِ قرآن تھے

رضوان احمد بھٹی، بہاولنگر

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ عہد حاضر کی ایک عظیم شخصیت تھے۔ اُن کا نام رہتی دنیا تک زندہ و تابندہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن فہمی کی خصوصی صلاحیت سے نوازا تھا۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ عاشقِ قرآن، مفسرِ قرآن، بلکہ فنا فی القرآن تھے۔ اللہ نے انہیں سادگی، حسنِ تکلم، سلاست و بلاغت اور جوشِ بیان جیسی خوبیاں بھی عطا کی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم جب قرآن و حدیث سے دلائل دیتے تو یوں معلوم ہوتا تھا گویا کہ کسی سمندر میں تلاطم خیز موجیں اور لہریں اُٹھ رہی ہوں۔ آپؒ زندگی کے آخری دم تک دعوت قرآنی کی اشاعت میں لگے رہے۔ آپؒ دین کے پاسبان اور نظامِ خلافت کے علمبردار تھے۔ عمر بھر دینِ محمدیؐ کا درس دیتے رہے۔

پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود آپؒ گھنٹوں تک اللہ کا قرآن لوگوں کو سناتے اور ان کے تن مردہ میں تازہ روح پھونکتے۔ آپ کو اس بات پر پختہ یقین تھا کہ ان شاء اللہ العزیز ضرور ایک دن اولاً پاکستان اور بالآخر پوری دنیا میں اسلام کا پرچم لہرائے گا، اور نظامِ خلافت اہلِ عالم کو اپنی بہاریں دکھائے گا۔ احقر کو بھی کئی بار بانیٔ محترم کی مجالس سے استفادہ کا موقع ملا۔ میں نے یوں تو بہت سے دینی اجتماعات اور پروگراموں میں شرکت کی لیکن جو قلبی راحت اور علمی ذخیرہ آپ کی مجلس میں ملا، شاید ہی کہیں ملا ہو۔

ماہ تیرے دم کی روشنی سے پائے گا منزل
اگرچہ راہ گزر میں ہر طرف تھا اندھیرا بہت
اس دور میں وہ رہبر بے مثال تھا
اس کا وجود علم و عمل کا کمال تھا

اللہ ایسے باعمل مجاہد اور دینی حمیت کے علمبردار ڈاکٹر صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ (آمین)

hadith of the Prophet ﷺ is central to all Islamic understanding of the issue: "If you see an evil, change it with your hand; if you are not able, then with your tongue; and if you are not able, then with your heart. And that is the weakest of faith."

One important point often missed about this hadith is the issue of capacity: The condition of moving from the best level of response to a lesser one is "if you cannot" --- that is, you are supposed to try your best and only if are genuinely incapable, then you are excused. But what would happen if the majority of Muslims adopted an attitude of general pessimism and helplessness --- when "cannot do" becomes the norm? In the hands of people who have learned helplessness, pessimism and conspiracy mentalities as a means to cope with the deluge of oppression and sin, this hadith can be and has been used, against its clear intention, to justify lack of action and speaking out.

The ongoing uprisings in the Middle East have reminded us once again that private words and feelings in the heart against the injustices of the rulers or the powerful or widespread social ills are not enough. To hate injustice in your heart is the weakest of faith, and when too many people have the weakest of faith for too long, faith begins to disappear from the society. When too many people live on licenses, human psychology kicks in, and the abnormal becomes normal, and the courageous voice of a few who object to these ills and injustices become tantamount to suicidal recklessness. Anyone who speaks out becomes a criminal not only in the eyes of the tyrant, but in the eyes of the oppressed as well, because they are too afraid to stir the pot. When this goes on, the tyrant gets bolder and bolder and the injustice deeper and deeper until right becomes indistinguishable in the eyes of the people from wrong. The Prophet ﷺ said, "By the one in Whose hands rests my soul, all of you must enjoin what is good and forbid what is wrong, else I fear that Allah will send you a punishment from Him such that you will pray to Him but you will not be answered." (*Tirmithi*) Another narration has it that if you stop fulfilling this obligation, Allah will make your hearts alike --- meaning the hearts of those who watch and accept tyranny and corruption, but do not object, will become dark like those of the tyrants and the corrupt.

The Mother of the Fanaticism of the Few Is the Apathy of the Many

Speaking truth to power, we can be proud, is not new in the Muslim world. But so far, it has been minority that spoke truth to power and paid heavily for it, often with their own freedom and life itself. Extremism and fanaticism is an attitude toward life that is born out of, or greatly aggravated by, the feeling of being cornered, having no options, and being left alone out of participation in authority and responsibility.

But the apathy of the many, we have just learned, can be challenged, with God's help, by the wise, patient and courageous action of the few. When these few courageous people are joined by the many, the mightiest tyrants are brought to their knees. Change starts small. If a few believers, starting with one person and one family, starts with changing what is within them, the good example can catch on, just like bad examples catch on.

Conspiracy Theories Are Out, People Power Is In

Islam began as a movement of change and reform. It brought about the greatest transfiguration in human history. The Prophet ﷺ was a commander, a political leader, a just warrior, as much as he was a teacher who taught manners, purification and worship. His disciples not only spoke truth to power, they toppled unjust rulers and mighty empires. They were leaders of people and generals of armies by day and worshippers who wept profusely at night. Their legacy can be appreciated neither by tyrannical kings and dictators nor by salaried and institutionalized scholars.

For a long time, the sincere and oppressed Muslims have been losing to the tyrants and their sense of optimism and ability was at its lowest. Instead of the "can do" and "*Labbayka Allahumma*" (Here we come, O our Lord!) attitude of early Muslims, many had embraced the "cannot do because X, Y or Z powers will never let it happen" attitude. Refusing to take

Uwaymir Anjum

A SEA CHANGE IN THE MIDDLE EAST (II)

Accepting Tyranny Is a Sign of Inner Corruption

Allah says in the Quran, of the people of Pharaoh:

> "He took his people lightly (or made fools of his people) and they obeyed. They indeed were a wicked people." [43:54]

The Pharaoh's action is described by Allah as "*istikhfaf*", which means to "take someone lightly" or "to incite, excite or entertain someone to cause him to deviate from his judgement and intelligence" or "to make a fool of someone". What is remarkable is that Allah does not blame the Pharaoh for this action in the verse, but the people who allowed themselves to be taken lightly. They did so because they were wicked themselves. This further establishes that to oppose injustice and tyranny against oneself or against someone else before one's eyes is itself a vice for which Allah chastises people.

Caring About Public Affairs Is a Branch of Faith

Both the Tunisian and Egyptian uprisings have shown an amazing level of solidarity and public concern among these young people. This is all the more significant given the previous level of "political" apathy, particularly in the Arab-Muslim world, which had reached a level of crises. By political or public concern I do not mean that every Muslim must constantly talk about or seek power, but that Muslims must be concerned with the welfare of all the people that are within their sphere of influence. In the parlance of Western political science, this is often known as having a sense of civic responsibility, but there are firm roots for it in Islam. Our sense of responsibility must not be limited to just our families, immediate neighbors or just Muslims, but everyone with whom we share our resources, our streets, our environment, and wealth. This means we must care not only about the Muslim *Ummah*, which is one of the most important parts of faith, but also about all, including non-Muslims or non-practicing Muslims, within our society. This is also strengthened by how the Prophet ﷺ distinguished between Islam and Eman. When defining Islam, he referred to benevolence only to Muslims: "A Muslim is one from whose hands Muslims are safe". But, in the same Hadith, when defining the higher status of a believer, he said, "A believer is one whom people trust with their lives and wealth." (*Ahmad*, *Nasai*; part of it is recorded in *Bukhari*)

The Prophet ﷺ also said, "Eman has seventy some branches, the highest of which is saying: "There is no god but Allah"; the lowest is to remove harm from people's way". (*Bukhari*, *Muslim*, *Nasai*) Imagine if clearing up a small stone or banana peel from people's way is part of faith, how much greater part of faith it must be to remove injustice, oppression, violence, corruption, bribery and humiliation from the lives of the people?

Nationalism can, indeed, become a false god --- as it did for many in the last century --- but just as it is an obligation to care about our neighbors (regardless of their religion) more than non-neighbors, it is, by analogy, an obligation to be concerned about those who are our neighbors in whatever country or city we live, more so than about others because they are within our sphere of influence. As such, it is legitimate if not required for Egyptian Muslims to care about other Egyptians, Muslims or not. At the same time, this sentiment must not neglect the responsibility and brotherhood to other Muslims, for Islam is the strongest of all bonds.

The "Can Do" Attitude: When Private Words and Feelings Are Not Enough

In matters of public engagement, the following